اسلام کا نظریۂ جنگ

از مولانا ابوالکلام آزاد

مرتّبہ

بن لرّعی



اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

۱۵۶۱ گلی کوتہ سوئیوالان دہلی ۱۱۰۰۰۲

عرضِ مرتب

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور نے جس طرح زندگی کے ہر موضوع پر اپنے تبحر علمی کے موتی بکھیرے ہیں، اسی طرح انہوں نے اپنے مضامین میں تعلیمات اسلام کو دنیاوی افعال و اعمال پر منطبق کرتے ہوئے فرق بین الاقوام کو واضح کیا ہے۔

مولانا محترم نے جورو استبداد اور ظلم و ستم یا غیر اسلامی حکومت میں صحت مند انقلاب کے محرکات، اس کی ضروریات، طریق کار، جنگ کی ضرورت اس کا صحیح اسلامی تصور، جنگ اور جہاد اسلامی میں فرق، غیر مسلموں اور مسلمانوں کی جنگ میں تفاوت، اسلامی جہاد کے احکامات فاتح و مجاہد کے اندازِ فکر و عمل میں بُعد۔ بعد از جنگ و جہاد اثرات و تاثرات۔ گویا کہ جنگ کے موضوع پر مولانا نے اپنے مخصوص اندازِ بیان میں قرآن و احادیث کے حوالہ جات سے مختلف مقالات میں جس طرح اظہار خیال فرمایا ہے، اسے ترتیب دے کر کتاب کی شکل دے دی گئی ہے۔ قارئین مسئلہ کے سمجھنے کے لئے کافی مواد حاصل کر سکیں گے

عاصی

ابن داعی

بار اوّل ۱۹۸۸ء
باہتمام اسعد حسین صدیقی
قیمت ۱۵
طابع زمزم پریس بلیماران دہلی ٦

فاتحہ

موت و ہلاکت کے وہ صُرُوبِ وقابُ الاُمَم۔ تباہی و بربادی
کے وہ حُرُوبِ قِتَالُ المِلَلُ جو خون کی رگوں اور گوشت کے ریشوں کے
اندر انسان کی جانوں کو کھینچ لیتے ہیں پھر آبادیاں اُجڑ اور زندگیاں ہلاک
ہو جاتی ہیں۔ وہ ارواحِ ضروب و حروب جو زندگی کے لئے موت اور
آبادی کے لئے ویرانی کا دروازہ [illegible] اور جلدی سے کھول دیتی ہیں۔
وہ ہلاکت و موت کی عظیم الشان ہستیاں جن پر انسان پاش توپیں لدی ہوئیں
اور آگ و خون کے جو سوا اور زند [illegible] سوار ہوتے ہیں اور جو
سمندروں میں تیرتی پھرتی ہیں اور ایک دوسرے سے بازی لے جانا
چاہتی ہیں۔ تاکہ اپنے اپنے شئون و امور کی تدبیر کریں۔ ان سب کی
چھائی ہوئی [illegible] اور پھیلی ہوئی و [illegible] اور ان [illegible] کی پھیلائی ہوئی
موت اور برسائی ہوئی ہلاکت کرۂ ارض کے دامن کو ڈوبا دیتی ہے [illegible]
کی بستی اجاڑ اور نیکی غارت ہو جاتی ہے۔ اور پھر ایسے اوقاتِ الیمہ میں
دنیا اس بیوہ کی طرح ہو جاتی ہے جس کا شوہر زبردستی قتل کر دیا گیا
اور اس کے یتیم بچوں پر رحم نہ کیا گیا ہو۔ اب وہ اپنے لٹے ہوئے
سنگھار پہ ماتم کرے گی اور اپنی پھٹی ہوئی چادر کو سر سے اُتار دے گی

فہرست مضامین

ان پر موت کی بجلی چمکنے لگتی ہے۔ ہلاکت کی بدلی برسنا شروع کر دیتی ہے۔ بربادی کے رعد و برق اپنے احاطہ میں لے لیتے ہیں۔ پھر آن کی آن میں آتش جنگ کے شعلے خرمن امن کو جلا کر ان کو خاکستر کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ اور انسان صورت بھیڑیئے ہر طرف پھیل جاتے ہیں اور مظلوم انسانوں کو چیر پھاڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ انسان کی سوئی ہوئی بہیمیت و سبعیت جاگ اٹھتی ہے اور وہ اشرف المخلوقات صورت میں انسان ہوتا ہے۔ مگر خواہشوں میں بھیڑیا بن جاتا ہے محل سراؤں میں متمدن انسان ہوتا ہے مگر میدان میں جنگلی درندہ بن کر اپنے ہی ہم جنسوں کو پھاڑتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات اپنی روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہو جاتا ہے۔ یہ ہے دنیا کی مشتعل و شعلہ انگیز لڑائیوں کا منظر جن کے پیچھے نفس بہیمی کی طاغوتی طاقت ہوتی ہے۔

قرآن نے اسی حقیقت کا نام حرب و فتنہ اور قتال و جدال رکھا ہے۔ پس جہاں کہیں قرآن مجید میں لفظ حرب و فتنہ یا قتال و جدال آئے تو وہاں صرف اسی قسم کی خون ریزی اور قتل و غارت مراد ہوتی ہے۔ جس کے محرک بہیمیت اور سبعیت کے جذبات ہوتے ہیں اور جس کا نمونہ ہمارے سامنے آج یورپ پیش کر رہا ہے۔ ان الفاظ کے معنی سمجھنے کے لئے ہمیں کسی لغت کی بجائے یورپ کے میدان قتل و غارت اور معرکۂ کارزار کو دیکھنا چاہیئے۔ جو آج حرب و قتال کے لئے ایک مجسمہ ڈکشنری بنا ہوا

کیونکہ اس کا حسن زخمی ہو گیا۔ کیونکہ اس کا شباب پامال کر دیا گیا ہے۔ اور اس لیئے کہ اس کے فرزندوں نے اس پر تلوار اٹھائی اور اس لیئے کہ اس کے دوستوں نے اُسے کچل دیا۔ پس زندگی کی جگہ موت، عیش و سلامتی کی جگہ اضطراب، نغمۂ نشاط کی جگہ شورِ ماتم۔ زمزمہ سنجی کی جگہ نوحہ خوانی۔ زندگی کی جگہ بحرِ خونیں۔ بستیوں کی جگہ قبریں۔ زندگی کے کاروبار اور بازاروں کی چہل پہل کی جگہ موت، کہ وہ جنگل جن میں لاشیں سڑتی ہیں اور ہولناک ... ندروں کے وہ خونیں طوفان جن میں انسانی لاشیں اچھلتی ہیں۔ نغمۂ عیش و طرب کی جگہ ماتم رنج و الم۔ راحت و آرام کی جگہ غموم و کا بحرِ ذخار۔ سکون و چین کی جگہ قلوبِ غمگین کے تلاطم انگیز طوفان پریشانی و ولولہ خیز بے قراریاں لے لیتی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے معزور شہروں میں بسنے والے موت کے کھلونے اور ہلاکت کی مورتیاں بن جاتے ہیں۔ تمدن کے ... علم کے مرغزار۔ نشاطِ زندگی کے حیرت آباد۔ عیشِ حیات کے عجوبہ زار، کرۂ ارض کے طرب آمیز قطعات، ... زمین کی وجد انگیز وادیاں۔ فرشِ خاک کی نشاط آفریں آبادیاں، خراب آباد عالم کی رنگین عروس البلاد۔ میخانۂ غفلت آباد کی خمار آلود دلہنیں اور عالم ... و بود کی طرب آفرینیاں شراب عیش کے متوالوں کی وجد انگیزیاں اور میکدۂ نشاط کے مدہوشوں کی رقص آمیزیاں، چنگ و رباب کی نغمہ سرائیاں، حرب و قتال کے دیو ... کے چنگل خون آشام میں کر تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اور

لئے کیا جاتا ہے تاکہ دنیا میں حق پرستی و راست گوئی اور صداقت ... مذہب و حق کوشی پھیلے اور پھولے کوئی طاقت پا ... حق کوشی کو روکنے والی باقی نہ رہے۔ دنیوی لڑائی کذب و باطل اور شر و منکر کے فروغ کے لئے لڑی جاتی ہے۔ لیکن اسلامی ... خیر و صداقت اور معروف و حق کے اثر و نفوذ اور استحکام و بقا کے لئے کیا جاتا ہے۔ دنیوی لڑائیوں سے حق کو مٹایا جاتا ہے اور جہاد کے ذریعے حق کو زندگی بخشی جاتی ہے۔ دنیوی لڑائیاں افتراق و تشتت اور انفعال و اختلاف کا ذریعہ بنتی ہیں۔ مگر جہاد اسلامی اتحاد و اتفاق اور ائتلاف و اجتماع پر منتج ہوتا ہے۔ دنیوی لڑائیوں کے ذرائع و رسائل اور وسائط و روابط فسق و فجور، معصیت و طغیان اور شر و فساد کے مادہ سے قیام پذیر ہوتے ہیں۔ مگر ایک اسلامی جہاد کے وسائل و شرائط اور علائق و علائم کا تقوّم مادہ خیر و صدق اور جوہر حق و صداقت سے ہوتا ہے۔ غرضیکہ حرب اور جہاد میں باوجود ظاہری مشابہت و مماثلت کے حقیقت و ماہیت میں مکمل اختلاف و تباین اور تناقض و تباعد ہے۔ لیکن بایں ہمہ بُعد و تباین اور اختلاف و تناقض عجب ... آبادہستی کے عجائب میں یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ یورپ دنیا کو بھی باور کرانے کی سعی کر رہا ہے۔ کہ یہ دونوں حقیقتیں ایک ہیں اور جہاد و حرب باہمی مرادف ہیں اور کوتاہ بیں افکار بھی ان کی تقلید کورانہ میں آکر یہ باور کئے ہوئے ہیں کہ واقعی یہ

ہے۔ ہمارے لئے اسی دیو ہیکل کو دیکھ لینا کفایت کرتا ہے۔ لیکن اس کے مقابل ایک اور قسم کی جنگ بھی ہے جو دیکھنے میں تو لڑائی اور جنگ ہی ہے۔ مگر اپنی حقیقت کے لحاظ سے وہ دعوتِ امن و سلام اور پیغامِ صلح و آشتی ہے۔ جس کے اسباب و علل بھی حرب و قتال سے مختلف ہیں اور مقاصد وعواقب بھی علیحدہ ہیں۔ حرب کا مقصد اگر خون ریزی اور بندگانِ الٰہی کو غلام بنانا ہے تو اس کا مقصد وحید دنیا سے خون ریزی کا خاتمہ کرکے نوعِ انسانی کو غلامی سے نجات دلانا ہے۔ اگر حرب کی غرض و غایت لوٹ مار اور غارت گری ہے تو اس کا مطلب دنیا سے لوٹ مار اور غارت گری کا خاتمہ ہے۔ وقاتلوا ھم حتّٰی لاتکون فتنۃ "یہاں تک لڑائی جاری رکھو کہ دنیا سے فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو جائے"۔ اگر لڑائی و جنگ کی علت نفسانی حرص و آز اور ہوا و ہوس ہے تو اس کا محرک تقویٰ و طہارت اور جذبۂ قیامِ عدل و انصاف ہے۔ وَکذالک جعلناکم امۃ وّسطاً اور ہم نے تم کو اسی طرح اُمت معتدلہ بنایا ہے۔ اگر قتال و حرب کا نتیجہ دنیا میں بد امنی و فساد ہے تو اس کی غایت امن و اطمینان کا قیام ہے اگر دنیوی لڑائی کے عواقب حریت و آزادی کو کچل دینا ہیں تو جہادِ اسلامی کے نتائج حریّت فکر و رائے اور آزادیٔ حق و صداقت کو زندہ کرنا ہے۔ دنیوی لڑائی اس لئے لڑی جاتی ہے کہ دنیا کا امن غارت ہو جائے اور حق و صداقت، خیر و معروف کو دبایا جائے۔ مگر جہاد اسلامی اس

باب اوّل — انقلاب

معلّمِ انقلاب

إن هٰذا الكتاب یرفع اللہ بہ اقواماً و یضع بہ آخرین (الحدیث)
الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ۔

امّا بعد۔ فلاح و کامرانی کی قومی جد و جہد کے دو ہی طریقے ہیں ارتقائی اور انقلابی۔ اسلام موقع اور محل مناسب کے تحت دونوں کا داعی ہے جہاد عمومی درحقیقت انقلابی جد و جہد کا دوسرا نام ہے۔ جس کے تحت نظامِ باطل کو طاقت کے بل پر جڑوں سے اکھاڑ کر پھینکنا ہوتا ہے۔ اور ارتقائی جد و جہد کے ذریعے کسی قوم کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ نظامِ عدل کی کماحقہٗ حامل ہو سکے۔ آنحضرت صلعم کی مکمل زندگی درحقیقت اسی ارتقائی جد و جہد کا نمونہ ہے۔ اور مدنی زندگی انقلابی جد و جہد کا اسوۂ حسنہ۔

ہماری بحث کا مقصد اس وقت انقلابی جد و جہد کے اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالنا ہے۔ اس میں چار باتیں زیر بحث آئیں گی (۱) معلّمِ انقلاب (۲) دستورِ انقلاب (۳) شاہ راہِ انقلاب (۴) اغراض و مقاصدِ انقلاب۔

یہ بحث معلّمِ انقلاب ... عنوان سے شروع کی گئی ہے سو یاد رکھنا

دونوں ایک ہی شے اور ایک ہی ماہیت کے دو نام ہیں۔ اس
صحبت کی خامہ فرسائی کا مقصد ان دونوں کی حقیقت کو واضح کرنا اور
دونوں کے چہرے سے نقاب کشائی کرنا ہے۔ تاکہ دیکھنے والے چہرہ
اور حسین و جمیل رُخ انور میں فرق و امتیاز ہو سکے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

وجعلکم خلفاء الارض ءاِلٰہ مع اللہ قلیلاً ما تذکرون ط

اور کون ہے کہ اس نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا اور اس کی وراثت بخشی۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور ہے لیکن تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو

اَمّن یہدیکم فی ظلمٰت البرّ والبحر ومن یّرسل الرّیاح بشراً بین یدی رحمتہٖ ءاِلٰہ مع اللہ تعالی اللہ عمّا یشرکون ط (الآیہ)

پھر بتلاؤ کون ہے جو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ہدایت کرتا ہے اور باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بشارت کے لئے بھیجتا ہے۔ کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا ہے؟ ان کے سب طرح کے شرکوں سے اللہ پاک ہے اور منزہ ہے۔

دنیا میں جب کبھی کسی بنی آدم نے اصلاح حیات کی کوئی منزل طے کی ہے تو صرف اسی ہاتھ کی راہنمائی سے اور جو اس کی رہنمائی میں آگیا تو پھر اس کے لئے گمراہی وضلالت نہیں۔ وہ ہر ضلالت وبے راہ روی اور گمراہی وغلط روی کے کھٹکے سے محفوظ ہوگیا۔

فمن یّرد اللہ انّ یّھدیہ یشرح اللہ صدرہٗ للاسلام (الآیہ ۲ - ۳۷)

خدا جب کسی کو راہ ہدایت پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہٗ

اور جس کا دل اسلام کے لئے

چاہیئے کہ معلّم الانقلاب یا کہ ہادی انقلاب ایک مسلمانوں کے نزدیک بجز اُس فاطر السّمٰوٰت والارض کی ذات اقدس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں صرف ایک ہی ہاتھ ہے جو راہنما ہو سکتا ہے اور ایک ہی چشم نگران ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے۔ یہ وہی ہے جو کبھی کوہ سینا پر تجلّیٔ حق بن کر چمکی کبھی فاران پر ابرِ رحمت بن کر نمودار ہوئی۔ اور کبھی غارِ ثور میں لا تحزن ان اللّٰہ معنا کی صدائیں تھیں۔ کبھی بدر کے کنارے ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم کے پیغام میں تھی۔ کبھی احد کے دامن میں وکان حقًّا علینا نصر المؤمنین کی بشارت میں تھی۔

اور آج بھی ایک لٹے ہوئے کارواں ایک برباد شدہ قافلے اور ایک برہم شدہ انجمن کے لئے اُمید کا آخری سہارا اور زندگی کی آخری روشنی ہے۔

مژدہ خضر عناں گیر بایدانہ بہ درارت

کہ کج روی نہ کنم ورنہ عزم راہ خطاست

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السّوء

کون ہے کہ جب ایک مضطر اور بیقرار روح اس کو پکارتی ہے تو اُس کی فریاد کو سنتا ہے۔ اور اُس کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔

بستر نزاع پر سورۂ یٰسین کو دہرا دینے ہی کے لئے کار آمد ہو سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریّت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ اس بارے میں ہمارے خیالات الحمدللہ عام خیالات کی سطح سے بہت بلند ہیں۔ اور گو موقع نہیں مگر ضمناً ان کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک، کوئی ہستی اور وجود اس میں شریک نہیں اسی طرح اس کا قرآن بھی اپنی جامعیت اور کمال تعلیم میں وحدہٗ لاشریک ہے اور بالکل اسی طرح اس کا لانے والا رسولؐ کمالِ انسانیت و تعبد اور قوائے نبوّۃ و اصلاح میں وحدہٗ لاشریک، ان کی صفات و خصائص میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے

راہ ... طلبی ہیں کہ چہ شایاں رفتم

پس ضروری ہے کہ جو اُمت اس خدائے واحد، اس قرآنِ واحد اس رسولؐ واحد کے دامن تعلیم سے وابستہ ہو وہ بھی اپنے اندر اس شانِ وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے۔ وہ بھی اپنے اعمال زندگی کی ہر شاخ میں وحدہٗ لاشریک ہو۔ اس کے اعمال و خصائص بھی صفِ دائیِٔ فقدِ ذی الحق کی صدائے اتحاد سے غلغلہ اندازِ عالم ہوں۔ تمام دنیا کی قومیں اس کے اعمال کا اتباع کریں۔ زندگی کے ہر حُسن و جمال میں اس کے خال و خط مرقع عالم کے لئے نمونہ اور اسوۂ اتباع بنیں۔

للاسلام فھو اعلیٰ نورٍ من ربہٖ فویلٌ للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ ط
(۳۹ - ۲۲)

کھول دیا گیا تو پھر وہ اپنے پروردگار کی روشن کی ہوئی مشعل ہدایت اپنے سامنے پاتا ہے۔ مگر افسوس ان لوگوں پر جن کے دل ذکر الٰہی سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔

ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں۔ گو عام راہ ضلالت سے الگ رہنے کا انہیں الاؤنس دنیا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ ان کے راہنما ہندوؤں کی پولٹیکل جدو جہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بہ قدم چلنا سیکھ جائیں۔ بے شک ہمارے عقیدے میں بھی آج کل مسلمانوں کے لئے عبرت و تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آج تک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی۔ لیکن پیروانِ امامِ مبین کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمال کے ایک ضروری شعبے میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہو گیا ہو اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انہیں ایک دوسری قوم کے دستر خوان کی چچوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے۔ اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہے کہ ہم سرے سے اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے یا

تہذیب و انسانیت کی ضرورت ہے تو مسلمان یورپ کی شاگردی کریں۔ پولٹیکل آزادی کی ضرورت ہے تو اپنی ہمسایہ قوموں سے بھیک مانگیں۔ پھر ہمیں بتلایا جائے کہ خود بدبخت مسلمانوں کے پاس بھی کچھ ہے یا نہیں جو مسلمانوں کے رہنما قوم کے جلب قلوب کے لئے مذہب کے ذکر کو ناگزیر سمجھ کر اپنے شاندار اسٹیجوں پر مذہب، مذہب اور اسلام، اسلام پکارتے ہیں. قطع نظر اس کے کہ خود ان کی زندگی میں اس اسلام کا اثر کہاں تک موجود ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کبھی قوم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ زندگی کی ہر شاخ میں خود اسلام کا نمونہ کیا ہے. اور اگر نہیں بتلایا تو قوم کے لئے ایک مسیحی رہنما اور ایک مسلمان لیڈر میں کیا فرق ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ غریب خود جس متاع سے تہی د[illegible] ہیں۔ دوسروں کے آگے کیا پی[illegible]ش کریں گے۔

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

یہی بنیادی گمراہی ہے جس نے ملت کی ریڑھ کی ہڈی تک کو گھلا دیا ہے۔ مسلمان اگر مسلمان ہوتے تو سمجھتے کہ ان کے لئے خود ان کے سوا دنیا میں اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اگر فی ا[illegible] دنیا کی کسی قوم کے پاس کوئی عمدہ خیال۔ کوئی واقعی سچائی اور اچھا عمل پایا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ بدرجہ ادلیٰ اسلام میں موجود ہے اور اگر نہیں ہے تو اس کی اچھائی بھی قابلِ تسلیم نہیں۔ اسلام کے معنی کی اعلیٰ وسع[illegible] دنیا بے خبر ہے۔ ا[illegible] لام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور

وكذالك جعلناكم أمةً وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً

يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكم فرقاناً

اور اسی طرح ہم نے تم کو معتدل اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے حق گواہی دینے والے بنو اور پیغمبر تمہارے سامنے۔

مسلمانو! اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کرکے متقی بن جاؤگے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا میں ایک خاص امتیاز اور خصوصیت پیدا کردے گا۔

پہلی آیت میں لفظ شہیداً کے یہی معنی ہیں کہ تمہارا وجود لوگوں کے لئے نمونہ بن جائے اور حق کی گواہی ہو جائے اور دوسری آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تمہیں ممتاز کردیں گے کہ تم لوگوں کے لئے نمونہ بنوگے۔ اور وہ تمہاری تابعداری کریں گے۔

جس کو اس صدائے الٰہی نے مخاطب بنایا ہو اس قوم کے لئے اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر شاخ میں غیروں کے لئے نمونہ بننے کی جگہ خود دوسروں کو اپنا کعبہ مقصود اور قبلۂ اعمال بنا رہی ہے۔ سیاسی بحث تو ضمنی ہے، ہمارا اصلی ماتم صرف اتنے ہی پر موقوف نہیں، ہم کو تو یہ نظر آرہا ہے کہ آج مسلمانوں کے لئے تعلیم اخلاق معاشرت ۔۔۔ سیاست، بلکہ مدنی زندگی کی ہر شاخ میں ان کے لیڈر صرف اسی کو فرض رہنمائی سمجھتے ہیں کہ ان کے آگے دوسری قوموں کے اعمال پیش کریں

أو کظلماتٍ فی بحرٍ لُجّیٍّ یغشاہُ موجٌ من فوقہٖ موجٌ من فوقہٖ سحابٌ ط ظلماتٌ بعضھا فوق بعضٍ ط إذا أخرج یدہٗ لم یکد یراھا ط ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نورٍ ؏

الآیہ (۲۴-۴۰)

ان کی مثال ایسے گہرے دریا کی تہ بہ تہ تاریکیوں کی سی ہے جہاں موج پر موج ہو اور مزید برآں بادل چھائے ہوئے ہوں۔ اندھیروں پر اندھیرے حتیٰ کہ اگر کوئی ہاتھ باہر نکالے بھی تو نظر نہ آسکے جس کو خدا روشنی سے محروم کردے اُس کے لئے جہاں میں کوئی روشنی نہیں۔

جو قوم خدا سے رشتہ کاٹ دیتی ہے اور اس کے فرمان واحکام سے رُوگردانی کرتی ہے تو اُس کے اعمال نورِ الٰہی سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس پر ضلالت وگمراہی کا ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کو اپنا مرکب بنا کر اس کے گلے میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈال دیتا ہے۔ پھر اس کی ہر سعی و جہد رائیگاں اور کوشش و عمل بیکار و حبط ہو جاتا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہٗ شیطانًا فھو لہٗ قرینٌ ط ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور جو شخص خدا کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو ہم اُس پر ضلالت کا ایک شیطان متعیّن کر دیتے ہیں جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

پھر وہ یکسر گمراہی اور ضلالت ہو جاتی ہے۔ اس کی زندگی ناکام اور

کائنات کے ہر حسن و جمال کا نام ہے۔ جہاں کہیں صداقت اور جمال موجود ہے تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اسلام ہے۔ گو دنیا کو اس کی خبر نہ ہو۔ اللہ اللہ! خدا تو مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مجھ کو نمونہ بناؤ اور میری صفاتِ کاملہ سے مشابہت پیدا کرو۔ تخلقوا باخلاق اللہ (الحدیث) یعنی اپنے اندر اخلاقِ الٰہی پیدا کرو۔ اور آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوۂ حسنہ بنائے ہوئے نعرہ تخلقوا باخلاق الافرنج لگا رہے ہیں۔ یعنی آج انگریزوں اور فرنگیوں کو اپنا اسوہ بنا کر ان کے اخلاق اپنا رہے ہیں۔ وا اسفا!

اور اگر کوئی ان کی نقالی بن آتی ہے تو انا الافرنج کا نعرہ لگا کر اس قدر نازاں ہوتے ہیں کہ حسین بن منصور کو انا الحق پر بھی اتنا نازنہ ہوگا۔ کذالک یجعل الرجس علی الذین لا یؤمنون (الآیہ) یعنی جو لوگ دولتِ ایمان سے محروم ہیں اُن کو اللہ تعالےٰ نے سر تا پا نجاستوں اور پلیدیوں میں گھیر رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اصلاح کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اتنا ہی ضلالت و گمراہی ان سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ وہ جس قدر ترقی پکارتے ہیں۔ اتنی ہی تنزل تنزل کی آواز سنائی دیتی ہے وہ گویا دل دل میں پھنس گئے ہیں۔ جس قدر زور کرتے ہیں اتنا ہی پاؤں اور دھنستا جاتا ہے۔ یا ان کے رشتۂ فلاح میں بدبختی کی گرہ پڑ گئی ہے۔ جس قدر کھینچتے ہیں وہ اور زیادہ کستی جاتی ہے۔ ان کی حالت یہ ہو گئی ہے۔

توڑ دیں گے۔ ذرا غور سے کام لیجئے اس لئے کہ گہری اور تفکّر طلب باتیں ہیں۔ ہم آپ لوگوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصل پر مبنی ہو مگر وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو ان کی مستقل اور مخصوص راہ ہو جس میں کبھی تغیّر کی ضرورت نہ ہو۔ تمام خارجی اثرات تغیّر سے محفوظ ہوں نیز کہا کہ وہ مسلمانوں کی راہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ محض خارجی حالات کے تابع ہو کر آپ اپنے تئیں بالکل بھول جائیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ کی پالیسی صرف گورنمنٹ کے اندازِ نظر کا نام ہو۔ اگر لطف و مہر کی بہار آئے تو آپ کی پالیسی دوسری ہو۔ اور اگر اغماض و اعراض کی بادِ خزاں چلے تو آپ کی پروازِ فکر کا آشیانہ دوسری جگہ بن جائے۔ تقسیم بنگال کی تقسیم و ترکیب اور یونیورسٹی کا الحاق یا عدم الحاق آپ کی پالیسی تیار نہ کرے۔ بلکہ آپ کے منقسم اقلیم دل کا اتصال اور آپ [illegible] رشتہ الٰہی کا الحاق آپ کے لئے ایک دائمی اور ناممکن التبدیل پالیسی مہیا کرے۔ آپ کو دوسری قوموں کی نظروں پر نظر رکھنا کچھ مفید نہیں۔ آپ مسلمان ہیں تو پھر صرف اپنے اوپر نظر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ مسلمانوں کے پاس ایک ایسی شئے ہے جو اوروں کے پاس نہیں، جس کو مسلمان اپنا رہنما بنا کر اپنا مقصود حاصل کر سکتے ہیں۔ جس کی تلاش میں آپ کو گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیشہ سے وہ خود آپ کے گھر کے اندر موجود ہے۔ لیکن آپ نے اس کی طرف [illegible] آنکھیں بند کی ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ آپ کو نظر نہیں آتی۔ آپ اپنی آنکھوں سے غفلت [illegible] کے پردے اتار کر اس کی طرف متوجّہ ہو کر اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کر کے

نامرادی کی تصویر بن جاتی ہے وہ ... مقصود میں آوارہ گردی کرتی ہے۔ مگر چونکہ مقصود تک پہنچانے والے ہاتھ میں اس کا ہاتھ نہیں ہوتا اس لئے کبھی مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ مسلمانوں کے تمام ترقی کے ولولوں اور اصلاح کی کوششوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ نامرادی کے سوا کچھ انہیں حاصل نہیں۔ ان کے لیڈر پانی کو ڈھونڈتے ہیں مگر دوڑتے ہیں ریگ زار کی طرف جہاں بجز مایوسی و ناامیدی اور ناکامی و نامرادی کے کچھ حاصل نہیں۔

اعمالهم کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماءً حتیّٰ اذا جاءه لم یجده شیئًا

(النور ۲۴ - ۳۹)

ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت ہوتی ہے کہ پیاسا دور سے اسے پانی سمجھ کر چلا مگر ... پاس آیا تو کچھ بھی نہ تھا۔

پس مسلمانوں نے اگر زندگی حاصل کرنی ہے تو مسلمان بن کر ہی حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ عیسیٰ یا ہندو بن کر۔ اسے آپ کے ہاں اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کی جھونپڑی سے اس کا ٹمٹماتا ہوا چراغ چرانے کی کیا ضرورت ... پھر یہ بھی ہے کہ فرض کر لیجئے کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑی (جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل ہر وقت ممکن ہے۔ البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لا تبدیل لکلمات اللہ ط) تو کیا پھر اس حالت میں بھی مسلمان اپنے اماموں کے ساتھ نمازیں

باب دوم

دستورِ انقلاب

میں بلا شائبہ انکار اور بغیر کسی بناوٹی انکسار کے گزارش کرتا ہوں کہ قرآنی حقائق و معارف کے سمجھنے کی اہلیت کسی طرح اپنے اندر نہیں پاتا ممکن ہے کہ مذہبی باتیں تھوڑی بہت مجھے معلوم ہوں۔ لیکن قرآن کریم کے معارف تو اتنے ارزاں نہیں جس کو میں اپنی حرف شناسی دیکر خرید سکوں اگر اس کے حقائق و اسرار کے فہم کے لئے عربی دانی کی ضرورت ہوتی تو میں عربی کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ اگر مذہبی معلومات کی ضرورت ہوتی تو ان کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اگر کتب تفاسیر کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی تو کتابوں کی میرے پاس کمی نہ تھی۔ لیکن اس کے لئے تو یہ تمام باتیں بیکار ہیں۔ پہلی شرط اتقاء اور تزکیہ قلب ہے اور ساری محرومی اس میں ہے کہ اس سے محروم ہوں۔ جو دل زادِ تقویٰ سے محروم اور ہوائے نفسانی و آلائش دنیا پرستی میں گرفتار ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قرآن کے حقائق و معارف کا تجلی گاہ نہیں بن سکتا۔ علم و فضل اس کے لئے بالکل بے کار ہے اور ذہن و دماغ کو یہاں کوئی نہیں پوچھتا بلکہ ذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء واللّٰه ذو الفضل العظيم خوب کہا ہے۔

اپنے رہنمائے حقیقی اور نگرانِ ازلی سے رہنمائی و ہدایت حاصل کریں۔
تو یقیناً آپ کی ہر کوشش کامیاب اور ہر عمل بامراد اور سعی جدوجہد
نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ وہ ہے قرآن کریم اور کتاب مبین، جس کی روشنی
سے آپ اپنے رب العالمین کی دستگیری و امداد حاصل کر کے ہر مقصد
اور ہر مطلب و مراد کو پا سکتے ہیں۔ خواہ آزادیِ وطن کا مقصد ہو یا کہ اور کوئی۔

یاد رکھئے! کہ جب تک آپ اپنے روٹھے ہوئے ہادی اور ناراض
معین لم یزل کو راضی کر کے اس کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن نہ ہوں گے،
آپ کی کامیابی ناممکن ہے، آپ کی کامیابی صرف اور صرف اسی کی رہنمائی
اور اعانت پر موقوف ہے۔

مذہبی رنگ سے الگ کر دینا چاہیئے۔ لیکن اگر الگ کر دیں تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنے پولٹیکل خیالات بھی مذہب سے سیکھے ہیں۔ وہ مذہبی رنگ ہی میں نہیں بلکہ مذہب کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ہم انہیں مذہب سے کیونکر الگ کر دیں۔ ہمارے عقیدہ میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ ایک کفر صریح ہے۔ اور پالٹیکس و انقلاب بھی اس میں داخل ہے۔ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے اسلام کو اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا ماقدروا اللہ حق قدرہ ورنہ پولٹیکل پالیسی کے لئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا۔ اور نہ ہندوؤں کے اقتدا کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ اسی سے وہ کچھ سیکھتے، جس کی بدولت تمام دنیا کو آپ نے وہ کچھ سکھلایا تھا۔ اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا۔ انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لئے وہ حکم نہ ہو۔ وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیوی حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا۔ وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ، خدا کا حلقہ درس ہے، جس نے خدا کے ہاتھ پر رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق الیقین۔ نور۔ کتاب ۔ مبین ۔ انا

از منطق و حکمت نکشاید در محبوب
اینہا ہمہ آلائش افسانۂ عشق است

یعنی اس باب میں منطق و فلسفہ کارآمد نہیں بلکہ یہاں ایک دوسری چیز کی ضرورت ہے جس سے افسوس کہ میں محروم ہوں یقین فرمائیے کہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ قرآن کے اسرار و معارف میں ایک غیر متقی انسان کے لئے کوئی حصّہ نہیں۔ گو وہ علم و فضل کے تمام مدارج طے کر لے۔ انصاف فرمائیے کہ جب حالت یہ ہو تو پھر میری اس مقام میں کیا ہستی ہے۔ دستورِ انقلاب قرآن کے سوا اور کیا ہے لیکن قرآن کے معاملہ میں آپ میری حالت سن چکے۔ میرا یہ اعتقاد ہے بلکہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہئے کہ انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہی کیوں نہ ہو ہم تو اسے قرآنی معیار پر ہی پرکھیں گے۔ ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہی ہے۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں۔ ہاں سے ساری دنیا کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں اور تمام آوازوں سے کان بہرے ہیں۔ اگر دیکھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے تو یقین کیجئے کہ ہمارے پاس تو "سراج منیر" کی بخشی ہوئی ایک ہی روشنی ہے اُسے ہٹا دیجئے گا تو بالکل اندھے ہو جاؤ گے۔

کتٰبٌ انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور (آلایہ)

قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل کی گئی ہے۔ اس لئے کہ انسان کو تاریکی سے نکالے اور روشنی میں لائے۔

بعض حضرات کا خیال ہے بلکہ اصرار کر رہے ہیں کہ پولیٹیکل مباحث کو

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ط

بیشک، ہم نے ان کو کتاب دی جس کو ہم نے علم کے ساتھ مفصل کر دیا ہے وہ ہدایت بخش اور رحمت ہے ارباب ایمان کے لئے ....

اس کے بعد پہلی آیت میں قرآن کو سُبُل السلام کے لئے ہادی تبلایا کہ وہ تمام سلامتی کی راہوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اگر آپ کے سامنے پولٹیکل اعمال و انقلابی جد و جہد کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی سلامتی آپ کو قرآن سے نہ ملے۔

پھر کہا کہ وہ انسان کو تمام گمراہیوں کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری پولٹیکل گمراہیاں اور انقلابی ضلالت کی تاریکیاں صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دست رہنما کو اپنا ہاتھ سپرد نہیں کیا، ورنہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی۔ آخر میں کہہ دیا کہ وہ صراطِ مستقیم پر لے جانے والی ہے اور صراطِ مستقیم کی اصطلاح قرآن کی زبان میں ایسی جامع و مانع ہے کہ ساری دنیا اسی کے اندر سمجھیے۔ ایک جگہ فرمایا:-

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ط

اے پیغمبرؐ! ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اتاری جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے اور سرتاسر ہدایت بخش اور رحمت ہے صاحبانِ ایمان کیلئے

(۱۶ : ۸۹)

بِکُلِّ شَیْءٍ. بصائر للناس ہادی، اھدیٰ الی السُّبُل۔ جامع ضرب حادی امثال۔ بلاغٌ للناس حادی بحر و بر۔ اور اسی طرح کے انقلاب آفریں ناموں سے یاد کیا ہے۔ اکثر موقعوں پہ کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو خواہ سیاسی۔

قد جآءکم من اللہ نورٌ و کتاب مُّبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سُبل السّلام ط و یخرجھم من الظلمٰت الی النور۔ ویھدیھم الیٰ صراطٍ مستقیم ط

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب آئی اللہ اس کے ذریعہ سے سلامتی کے راستوں پہ ہدایت کرتا ہے اس کو جو اس کی رضا چاہتا ہے اور اس کو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم پر اس کو چلاتا ہے

دنیا میں کونسی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے ایسے عظیم الشان دعوے کئے ہوں۔ اس آیت میں صرف بتلادیا ہے کہ قرآن مجید روشنی ہے اور روشنی ہے تو تمام انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہو سکتی ہیں یہ پھر کہا کہ وہ ہر بات کو کھلے کھلے بیان کر دینے والی ہے۔ اور انسانی اعمال کی کوئی شاخ ایسی نہیں۔ جس کے لئے اس کے اندر کوئی فیصلہ نہ ہو۔ اس ٹکڑے کی تائید ایک دوسری جگہ کر دی ہے جہاں فرمایا ہے۔

علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہٗ عوجاً قیماً (الآیہ) جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہ رکھی بلکہ اس کو سیدھا اور صاف نظامِ حیات بنایا۔

پس یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اس کے پیرو اپنی زندگی کے ایک ضروری شعبہ یعنی سیاسی انقلاب کے لئے دوسروں کے دروازوں سے مسائل نہیں حالانکہ خود قرآن ان کے پاس ایک حکم اور ایک دستور العمل وا مام مبین موجود ہے کلاّ وحاشا۔ وکل شیءٍ احصیناہ فی امامٍ مبین ط (الآیہ) (اور ہر شے کو ہم نے اس واضح کتاب میں جمع کر دیا ہے)

انہٗ لقولٌ فصلٌ وما ھو بالھزل ط (الآیہ) یعنی یقیناً یہ قرآن ایک قولِ فیصل ہے تمام اختلافات و اعمال کے لئے اور کوئی بے معنی و فضول بات نہیں

مسلمانوں کی ساری ... صرف اسی غلط ... کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اس تعلیم گاہِ الٰہی کو چھوڑ دیا ہے اور سمجھنے لگے کہ صرف نماز روزہ کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے اور بس ورنہ اپنے تعلیمی، تمدنی، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور انقلابی و ارتقائی اعمال سے اسے کیا سروکار۔ اللہ اللہ لیکن وہ جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی اور محرومی و نامرادی نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور بدبختی و نحوست، شقاوت و

سورہ یوسف کے آخری رکوع کی آخری آیت میں قرآن کی مدح و تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ

مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ط (آلایہ)

قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ جو صداقتیں اس سے پہلے کی موجود ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ارباب ایمان کے لئے ہر چیز کا تفصیلی بیان اور ہدایت و رحمت ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں جہاں قرآن کی رنگا رنگی اور بوقلمونی تشریح کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ط (آلایہ)

ہم نے انسان کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

ان آیات میں قرآن کا دعویٰ بالکل صاف ہے کہ وہ ہر طرح کی تعلیمات کے لئے اپنے تئیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے پھر اس کی تعلیم صاف اور غیر پیچیدہ ہے بشرطیکہ اس پہ تدبر و تفکر کر کے اس سے نصیحت و عبرت حاصل کی جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ

تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں

کیا تمہارے کان ان سے زیادہ بہرے نہیں ہو چکے۔ اور اُن کی اگر آنکھیں اندھی تھیں کہ وہ آیات ربّانی کے مشاہدہ و معائنہ سے عاجز تھیں تو تمہاری آنکھیں اُن سے بڑھ کر اندھی و نابینا نہیں کہ تمہارے سامنے عبرت کے نمونے اور آیاتِ رحمانی کے مسلسل ہزارہا مناظر عبرت آموز اور مشاہد سبق دہندہ موجود ہیں۔ مگر تم نے کبھی نظر غلط بھی ان پر نہیں ڈالی۔ اُن کے قلوب پر اگر مہریں تھیں تو کیا تمہارے دلوں پر سیکڑوں مہریں نہیں کہ تم قرآن کی صداقت کو سمجھنے سے محروم ہو چکے ہو۔ صمّ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون کا مصداق کامل آج تم خود بنے ہوئے ہو۔

واذا قرأت القرآن جعلنا بینک و بین الّذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ حجابًا مستورًا ط وّجعلنا علیٰ قلوبھم اکنّۃ ان یفقھوہ و فی اٰذانھم وقرًا ط واذا ذکرت ربّک فی القراٰن وحدہٗ ولّوا علیٰ ادبارھم نفورًا (الآیہ)
(۱۷ - ۴۶)

یعنی اے پیغمبرؐ! جس وقت تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تم میں اور اُن لوگوں میں جنہیں آخرت کا یقین نہیں ایک چھپا دینے والا پردہ ڈال دیتے ہیں نیز ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیتے ہیں تاکہ قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردیتے ہیں تاکہ سُن نہ سکیں اس لئے جب آپ قرآن میں ایک ربّ کا ذکر فرماتے ہیں تو یہ لوگ بھاگ جاتے ہیں

ناکامی ان پر چھا گئی۔ یہ اس سے ایک قدم بھی نہ نکل سکے۔ حال یہ ہو گیا کہ جس راہ میں قدم اٹھایا تو گمراہی وضلالت کی ظلمت سے دوچار ہوئے۔ اس حالت کی پیشین گوئی پہلے ہی قرآن نے کردی تھی۔ قرآنی صداقتوں پر قربان جائیں کہ کس طرح اس نے ہماری بدبختی کا نقشہ کھینچا ہے۔

وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (الآیۃ) (۲۵ — ۳۰)	قیامت کے دن رسول اللہؐ کے حضور میں عرض کریں گے کہ خدایا میری امت نے اس قرآن کو بذیان و بے معنی کلام سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا

ہم نہیں سمجھتے کہ اگر نزول قرآن کے وقت مشرکین مکہ اس سے اعراض و اغماض کرتے تھے تو ان میں اس سے زیادہ کیا تردد سرکشی تھی۔ جتنی آج صدیوں سے تمام مسلمانان عالم اور ان کا ہر طبقہ خواہ وہ عیان رہا ہے دینی کا ہو یا مسند نشینان تخت دنیا کا بلا استثنا کر رہا ہے وہ اگر قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبہ کے اندر شور مچاتے تھے اور تالیاں پیٹتے تھے کہ اس کی آواز کسی کے سننے میں نہ آئے تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔ اور شور مچانے کی جگہ گو خاموش ہیں۔ مگر ان کے نفوس نے انسانی نبہکاموں کا ایسا غل مچا دیا ہے کہ خدا کی آواز کسی کے کان میں نہیں پڑتی۔ اُن کے اگر کان بہرے تھے۔ کہ قرآن کی آوازِ حق نہیں سُن سکتے تھے تو ہمارا آج

باب سوم

شاہراہِ انقلاب

انقلاب کا طریق کار اور پالیسی کا تعین کرنا اور شاہراہ انقلاب کی تشخیص کے لئے بھی ہمیں قرآن کے سوا کسی دوسری ہدایت اور روشنی کی ضرورت نہیں ہے .... ہماری انقلابی جدوجہد کی راہ وہی راہ ہے جس کو قرآن نے صراطِ مستقیم سے تعبیر کرتے ہوئے ہمیں اسکی طلب وجستجو کی ہدایت فرمائی ہے اور جس کو ہم روزانہ دن میں پانچ وقت اپنے خالق سے مانگتے ہیں۔ یہی وہ قدیمی راہ ہے جس پر چل کر ہزاروں ہستیاں منزل مقصود تک پہنچ چکی ہیں۔ آسمان و زمین کے فاطر نے جس وقت انسانوں کو آنکھیں دیکھنے کے لئے عطا فرمائیں اسی وقت ان کے سامنے یہ راہ بھی کھول دی تھی۔ آدمؑ نے اسی پر قدم رکھا اور نوحؑ نے پتھر دل کی بارش میں اسی کا وعظ کہا۔ ابراہیمؑ نے اسی کی نشانی کے لئے قربان گاہ بنائی اور اسمٰعیلؑ نے اسی کے لئے اینٹیں چنیں۔ یوسفؑ نے مصر کے قید خانہ میں جب ایک ساتھی نے پوچھا تو اسی راہ کی اس نے راہنمائی کی۔ اور موسیٰؑ جب وادی ایمن میں روشنی کے لئے بے قرار ہوا تو اسی راہ کی تجلی ایک سبز درخت کے اندر نظر آئی۔ گلیل کا اسرائیلی واعظ

پس انقلابی جدو جہد کے لئے دستور بجز قرآن کے اور کوئی
نہیں ہو سکتا وہی ہمارا دستور انقلاب اور ضابطہ سیاست ہے۔

والحمد للہ علیٰ ذالک

اتّبعنی ط ۰ ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ جو لوگ میرے پیرو ہیں سب عقل و بصیرت
الآیۃ (۱۲-۱۰۸) کے ساتھ اسی دین کے راستہ پر قائم ہیں

الحمد للہ کہ ہم ومن اتّبعنی کے زمرے میں داخل ہیں اور ہمیں کسی انسان کی قرار دی ہوئی راہ کی ضرورت نہیں۔ یہی ہماری پولیٹیکل پالیسی ہے اور یہی ہماری انقلابی جد و جہد کا طریق کار ہے۔ ہمیں نہ تو ماڈریٹ ہندوؤں کی کاسہ لیسی کی ضرورت ہے اور نہ اکسٹرایسٹ کی۔ اگر ہم ایسا کریں تو پھر ہماری ہلاکت و فلاکت یقینی ہے ہماری کامیابی و کامرانی صرف اور صرف اسی میں ہے کہ ہم اسلام کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہوں۔ ہم کو صرف اپنے اوپر نظر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے پاس ایک چیز ہے جو اوروں کے پاس نہیں اور جس کو اپنی راہ پالیسی بنا کر ہم منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کو بھی بوجہ احسن و اکمل حاصل کر سکتے ہیں جن کو اور قومیں حاصل کر رہی ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اس شئے کو اپنا مقصود اور شاہراہِ عمل بنا کر چلنا شروع کر دیں۔ جس کی تلاش میں ہمیں گھر سے نکلنے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ ہمیشہ وہ خود ہمارے گھر کے اندر موجود ہے۔ وہ شئے کیا ہے؟ اس کا جواب بالکل سہل اور آسان الفاظ میں یہ ہے کہ وہ ہے اتباع دینِ مبین اور اعتصام بحبل اللہ ہمارے لئے خدا کی طرف سے ایک دائمی مقرر کردہ شاہراہِ عمل ہے اور ایک مسلم ہستی کے لئے اس کے سوا کوئی شاہراہِ عمل اور طریق کار نہیں ہو سکتا نہ پالٹیکس، نہ تعلیم۔ نہ اخلاق اور نہ معاشرت و اقتصادیات اور نہ انقلاب و ارتقاء

جب یروشلم کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھا تو اس کی نظر اسی راہ پر تھی اور جب خداوند سعیر سے چمکا اور فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تو یہی راہ تھی جس کی طرف اس نے دنیا کو دعوت دی۔ غرضیکہ ہر داعیٔ حق اور مبلّغ انقلاب الٰہی کے سامنے صرف یہی ایک راہ تھی۔

شرع لکم من الدّین ما وصّیٰ بہٖ نوحًا والّذیٓ اوحینا الیک و ما وَصَّیْنَا بہٖ ابراھیمَ وموسیٰ وَعیسیٰ انْ اقیموا الدّینَ ولا تتفرّقوا فیہ ط (الآیہ)	اللہ نے تمہارے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا جس پر چلنے کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا اور اے پیغمبرؐ وہی آپ کی طرف اتارا گیا اور اسی کا ہم نے ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس دین کے راستہ کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (الآیۃ)

یہی وہ راستہ ہے جس کی نسبت یوسفؑ صدیقؑ نے قیدخانۂ مصر میں یہ کہہ کر اپنا وعظ ختم کیا تھا کہ

ذالک الدّین القیم ولکنّ اکثر النّاس لا یعلمون (الآیہ)	یعنی یہی سیدھا راستہ ہے لیکن بہت ہیں جو نہیں سمجھتے۔ (الآیہ)

اور یہی وہ راستہ ہے جس کی نسبت داعیٔ اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حکم ہوا تھا کہ آپ یہ اعلان کر دیں کہ

ھٰذہٖ سبیلی ادعوآ الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من ،	یہی میرا راستہ ہے تم سب کو اللہ کی طرف پکارتا ہوں اور میں اور

ہم ان میں کوئی امتیاز و تفریق نہیں
کرتے۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں (الآیۃ)

فرض کرو، اگر مسلمانوں نے اپنے لئے ایک نہایت آزادانہ پولٹیکل پالیسی اختیار کر لی اور بہترین طریق انقلاب تجویز کر لیا۔ کانگریس سے بھی بہتر ایک پروگرام اور لائحہ عمل ان کے ہاتھ میں ہو۔ آئرلینڈ کے حکومت طلبوں سے بھی بڑھ کر جوش اور سرگرمی اپنے اندر پیدا کر لی۔ انقلاب و سیاست میں از سرتا پا وہ غرق ہو گئے۔ ان کا ہر فرد گلیڈ اسٹون اور مارتے ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی اگر انہوں نے اپنے معتقدات اور اعمال کے اندر اسلامی روح پیدا نہ کی۔ اپنے تیئں دین الٰہی کی سلطانت کے ماتحت داخل نہ کیا اور خشیۃ الٰہی و زاد تقویٰ سے محروم رہے تو میں اس یقین کی لازوال طاقت کے ساتھ جس کے لئے کبھی موت اور زوال نہیں اور اس بصیرت الٰہی کے ساتھ جس میں کبھی تزلزل و تذبذب نہیں از سرتا پا صدائے ربانی بن کر کہتا ہوں کہ اگر آگ جلاتی ہے اور پانی ڈبوتا ہے، اگر آفتاب مشرق سے نمودار ہوتا مگر مغرب کی جانب غروب ہوتا ہے۔ اگر مچھلی خشکی میں اور پرندہ دریا میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر قوانین فطریہ اور نوامیس طبعیہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ دو اور دو پانچ نہیں بلکہ ہمیشہ چار ہوتے ہیں تو یہ کبھی نہ مٹنے والی صداقت اور صحیفۂ کائنات پر نقش سنگی ہے کہ مسلمانوں کی یہ تمام نئی سیاسی ہنگامہ آرائی اور تعلیم و تربیت کا غوغائے محشر خیز اور پولیٹکل پالیسی کے تغیر و تبدل کا ہیجان طوفان آور اور انقلاب، انقلاب کے نعرہ ہائے

کیونکہ زمین پر جس قدر کمال اور جمال جاذب موجود ہے وہ تو سب اسی سے ہے اور خود یہ کسی چیز سے نہیں۔ دنیا میں جس قدر خوبیاں اور محاسن ہیں وہ سب اس کے نیچے ہیں۔ کیونکہ اس کے اوپر الوہیت کے درجہ کے سوا اور کوئی درجہ نہیں۔ دنیا میں جس وقت سے انسانی ہدایت و شقاوت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو صرف یہی ایک صراطِ مستقیم اور ملت قدیم تمام انسانی فلاح و صلاح کا وحدہٗ لاشریک وسیلہ رہی ہے اس کے سوا کوئی راہ کامیابی و کامرانی کا ذریعہ نہیں رہی۔

وقالوا کونوا ھودًا او نصٰریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابرٰھیم حنیفا وما کان من المشرکین قولوا اٰمنّا باللہ وما اُنزل الینا وما اُنزل الیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و الاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیّون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمون (۲:۱۳۶)

یعنی یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ اے پیغمبرؐ! کہہ دے کہ کبھی نہیں۔ ہمارے لئے تو صرف ابراہیمؑ کا طریقہ ہی ہدایت ہے اور اے مسلمانوں تم بھی کہہ دو کہ ہمارا طریقہ یہی ہے کہ اللہ پر ایمان لائیں اور قرآن پر جو ہم پر اترا ہے اور اس تعلیم پر جو ابراہیمؑ، اسمٰعیل، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اتری ہے اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو جو تعلیم دی گئی اور تمام پیغمبروں اور رسولوں کو جو تعلیم دی گئی

بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری آیات کو
جھٹلا کر پھر فلاح و برکت بھی حاصل
کر سکیں۔

میں نے کہا کہ اگر آگ جلاتی اور پانی ڈبوتا ہے، نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ممکن ہے کہ آگ نہ جلائے اور پانی نہ ڈبوئے۔ مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہیں کہ خدا کا وہ قانون شقاوت و ہدایت بدل جائے جس کے لئے ابتدائے نوع بنی آدم سے آج تک تاریخ میں کوئی مستثنیٰ شہادت موجود نہیں۔ میں یہ لکھ رہا ہوں اور میرے اندر یقین اور اعتقاد کی ایک آواز بے چین و مضطرب ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی ترجمانی کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ حیران ہوں کہ کیوں کر اور کن لفظوں میں اپنا دلی یقین آپ کے دلوں میں بھی پیدا کر دوں۔ تاہم میں یہ کہنے سے کبھی نہ تھکوں گا کہ جن احکام اسلام کو آپ نہایت بے پروائی سے ایک مذہبی بندش کہہ کر گزر جاتے ہیں، وہ بندش تو ضرور ہے، مگر ایک ایسے قانون کی بندش ہے جس کی سلطنت تمام قوانین مادیہ کے نظام حکومت سے بالاتر اور وراء الوریٰ ہے۔ اور تنظیم کائنات کے تمام اجزاء بندش سے بندھ کر مرتب اور منتظم ہوتے ہیں۔ یہی بندش ہے کہ لسانِ الٰہی نے اس کو کہیں حدود اللہ کے لفظ سے یاد کیا ہے کہیں سنۃ اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ کہیں فطرۃ اللہ اس کا نام رکھا ہے، کہیں صراط مستقیم کہا ہے۔ اور کہیں دین قیم کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ وہ فی الحقیقت ایک ربانی حکومت کا انتظام ہے۔ اور جب کوئی فرد یا قوم اس کے تحت و تاج

فلک شگاف ایک لمحہ، ایک دقیقہ، ایک عشرِ دقیقہ تک کے لئے بھی کچھ نفع نہیں پہنچا سکے گا۔ ان کی تمام جد و جہد بیکار جائے گی۔ تغیر کا ابر باراں ان پر سے بغیر ایک قطرۂ بارش کے گزر جائے گا۔ ان کی امیدوں کی خشک سالی بدستور باقی رہے گی۔ انقلاب حال کا آفتاب جہاں تاب بغیر ایک کرن شعاع چمکائے افق مغرب میں غروب ہو جائے گا۔ وہ جس قدر رسعیٔ رہائی کریں گے، اتنا ہی چاروں طرف کی لپٹی ہوئی زنجیروں کی بندش سخت تر ہوتی جائے گی۔ گمراہی و ضلالت کا شیطان کبھی ان سے الگ نہ ہوگا۔ ان کے گلوں میں جو طوق ذلت اور پاؤں میں جو زنجیر ادبار و تسفل پڑی ہوئی ہے وہ قیامت تک نہ ٹوٹے گی۔ جہالت و ضلالت اسیر و غلامی۔ ذلت و خواری کی صفوں میں ہمیشہ محصور رہیں گے۔ اور دنیا میں ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو قومی عزت کا چہرہ دیکھنا میسر نہ ہوگا۔ خسر الدنیا والاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین ط

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ط وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جن کی جگہ غرور سے اکڑ بیٹھے تو یاد رکھو کہ ان کے لئے نہ تو آسمانی برکت کا دروازہ کبھی کھلے گا اور نہ بہشت کی زندگی انہیں نصیب ہوگی ہاں اگر ایسا ہو سکتا ہے تو سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے تو یہ

اقوام سے زیادہ قوی اور مستحکم تمدن رکھتی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا اور خدا کی حکومت میں رہ کر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع کر دی تو کوئی انسانی سعی و تلاش فلاح ان کو ہلاکت و بربادی سے نہ بچا سکی۔ یہاں تک کہ آج ان کے آثار و اطلال بھی دنیا میں باقی نہیں۔

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم ط کانوآ اشد منھم قوۃ واثاروا الارض وعمروھا اکثر مما عمروھا وجاءتھم رسلھم بالبینٰت ط فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوآ انفسھم یظلمون ط (۳۰-۸)

کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں؟ اگر پھرتے تو دیکھتے کہ جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں۔ اُن کا کیا انجام ہوا؟ یہ وہ قومیں تھیں، جو تمدن و ترقیات اور قوائے جسمانی میں بڑھ کر قوی تھیں، انہوں نے زمین پر اپنے کاموں کے نشان چھوڑے اور جس قدر تم نے اس کو متمدن بنایا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ انہوں نے تمدن پھیلایا لیکن جب ہمارے رسولؐ ان میں بھیجے گئے اور ہماری نشانیاں ان کو دکھلائی گئیں تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت سے جھٹلا دیا اور برباد و فنا ہو گئے۔ خدا ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن خود انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

سے نکلنا چاہتی ہے تو وہ گویا خدا کے ساتھ اعلان جنگ کر دیتی ہے۔ پھر اس کی زندگی اور زندگی کے تمام اعمال بغاوت اور سرکشی ہو جاتے ہیں اور وہ رحمانی سلطان سے نکل کر شیطانی حکومت میں داخل ہو جاتی ہے

یَاأَیُّهَا الإنسان مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الكریم ،	خدا کہتا ہے کہ اے انسان حقیر بتلا کہ کس چیز نے تجھ کو اس پر آمادہ کر دیا کہ اپنے رب کریم سے بغاوت کر دے۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باغی انسان کو گورنمنٹ پناہ نہیں دے سکتی اسی طرح رب السموات والارض کی بغاوت اور قانون شکنی کے بعد بھی کائنات کا ہر دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے کسی سعی میں وہ کامیاب نہیں ہوتا اور کوئی کوشش اس کی فلاح نہیں ہوتی۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین	جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری تعلیم کو تلاش کرے گا۔ اس کی سعی و تلاش کبھی مقبول نہ ہوگی اور اس کے تمام کاموں کا آخری نتیجہ ناکامی و نامرادی ہوگا۔

قرآن مجید نے اُمم سابقہ و اقوام پیش کا تذکرہ بار بار کیا ہے۔ یہ صرف اس لئے ہے کہ اس قانونِ ہدایت و شقاوت کے نتائج پر انسان کو توجہ دلائی جائے۔ جا بجا ان اقوام متمدنہ و عظیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو آنے والی

کہ دنیا میں کوئی شئے غیر مسلم ہوکر زندہ نہیں رہ سکتی۔ حیات اور زندگی کی راہ صرف اسلام ہے۔ اسلام کی تجویز کردہ راہ کے بغیر کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ پس حیات ابدی صرف مسلم کے لئے ہے غیر مسلم ہوکر کوئی چیز بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہی ایک راستہ ہے جس پر گامزن ہوکر دنیا کی قومیں زندگی حاصل کر رہی ہیں۔ آج دنیا میں جو قومیں زندہ ہیں گو ان کو معلوم نہ ہو کر وہ اسلام ہی کے سرچشمہ سے سیراب ہو رہی ہیں۔ یہ ہماری اپنی بدبختی ہے کہ پاس رہ کر بھی ہم تشنہ لب ہیں۔

افغیر دین اللّٰہ یبغون و لہٗ اسلم من فی السّمٰوٰت والارض طوعًا وّ کرھًا وّ الیہ یرجعون ط الآیۃ (۳-۱۴۲)

کیا وہ لوگ دین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور تعلیم کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو چار و ناچار اسی دین اللہ کا مسلم و حکم بردار نہ ہو۔

پس مسلمانوں کو اپنا سفر اسی راہ پر شروع کرنا چاہیئے جو اُن کے سفر کے لئے قدرتی راہ ہے۔ اور جو سفر کہ بہت پہلے شروع ہوجانا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں ہُوا۔ ان کو نہ پولٹیکل پالیسی کی تلاش و جستجو میں وقت ضائع کرنا چاہیئے نہ اعلیٰ تعلیم کے افسانہ لا متناہی میں پڑنا چاہیئے، نہ لیگ کے غلامانہ اور موت آور پالٹیکس پر توجہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ کانگریس کی رپورٹوں میں اپنے لئے نسخۂ فلاح ڈھونڈنا چاہیئے۔ ان کو صرف ایک ہی کام کرنا چاہیئے۔ یعنی بلا یہ سوچے ہوئے کہ ہم کیا کر رہے اور کہاں

یہی اسلام وہ قانون حیات وممات اقوام ہے جس کی طرف قرآن نے جابجا اشارہ کیا ہے ۔

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتٰب من قبل ان نبراھا ان ذالک علی اللہ یسیر (۲۲ - ۵۸)

جتنی مصیبتیں اقوام وملل پر نازل ہوتی ہیں اور جو خود تم پر نازل ہوتیں وہ ... ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھ رکھی ہیں۔ یعنی پہلے وہ بصورت ایک قانون ... کے موجود ہے اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہ تھی۔

غور کیجئے تو یہ کوئی ایسا دعویٰ نہیں ہے جس کے لئے زیادہ دلائل آرائی مطلوب ہو۔ اور اگر مطلوب ہے تو اس لئے کہ دنیا میں آج خود اسلام کے پیروؤں ہی کے لئے سب سے زیادہ اس کی دعوت ایک معمّا بنی ہوئی ہے۔ اسلام تو فی الحقیقت ... ان قوائے خطیرہ کے صحیح استعمال کا نام ہے جن کی حکومت سے دنیا کی کوئی شئے خارج نہیں۔ مچھلی کے لئے پانی میں تیرنا، پرندوں کے لئے ہوا میں اُڑنا۔ نباتات کا زمین میں نشو و نما پانا اور انسان کا زمین کے اوپر رہنا۔ یہ سب چیزیں اسلام کے مفہوم حقیقی میں داخل ہیں کیونکہ اس کا دوسرا نام سنت اللہ اور فطرت اللہ ہے۔ پھر کیا مچھلی پانی کی جگہ ہوا میں۔ پرند ہوا کی جگہ پانی میں اور انسان زمین کو چھوڑ کر سمندروں میں زندہ رہ سکتا ہے؟ اگر نہیں رہ سکتا تو اس کے یہ معنی ہیں۔

تعلیم کئے ہوئے لائحہ عمل پہ ثابت قدم رہتے ہوئے گامزن ہو جائیں۔
اپنے سفر کی ابتدا کر دیں۔ ان کو ہر طرف سے ہٹ کر صرف اسی
ایک راستہ کا مسافر بن جانا چاہیئے۔
یہی طریق انقلاب ہے اور یہی انقلاب اقوام کی [illegible] راہ ہے
اور یہی انقلاب کا مسلک اور یہی انقلاب آدر جماعت کا لائحہ عمل ہے
اور یہی ہماری پالیسی ہے۔

وَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ

جارہے ہیں اور کس راستہ پر گامزن ہیں اپنا ہاتھ قدرت الٰہی میں دے دینا چاہیئے۔ نہ وہ پالٹیکس سوچیں اور نہ تعلیم، نہ آزادی کی مدح کریں اور نہ غلامی کا طوق پہنیں۔ یہ باتیں سوچنا ان کا کام نہیں ان کا فیصلہ خدا کو کرنا تھا۔ اس نے کر دیا ہے۔ ان کا صرف یہ کام ہے کہ اتباع کلمات اللہ اور اطاعت صراط مستقیم کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنے تئیں تمام انسانی تعلیموں اور اقوام کے محاکات و اتباع کے ولولوں سے خالی کر کے صرف اسی ایک دست رہنما کی رہنمائی میں آجائیں اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو جائیں اور اس کے تعلیم کئے ہوئے لائحہ عمل کو اختیار کر کے ہر طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ اگر وہ ان کو پالٹیکس میں بلانا چاہے تو لبیک کہہ کر دوڑ جائیں اگر وہ اس سے اجتناب کی تعلیم دے تو اشارہ پر کر ساکت ہی مجتنب ہو جائیں۔ اگر وہ کہے کہ غلامی اور خوشامد ودہی راستے فوز و فلاح کے ہیں تو سرتا پاؤں تک غلامی کی تصویر بن جائیں۔ اگر وہ کہے کہ آزادی اور حقوق طلبی ہی قوموں کی عزت اور زندگی کی راہ ہے تو ان کا وجود یکسر پیکر حریت و جوش حریت ہو جائے۔ اگر وہ کہے کہ انقلاب اقوام ہی دنیا میں قوموں کی زندگی و حیات کا طریق ہے تو مجسمہ انقلاب بن جائیں۔ غرضیکہ اخلاق تعلیم، تمدن، شائستگی، اصلاح معاشرت، سیاسیات و معاشیات اقتصادیات و معاشریات، انقلاب و ارتقاء تمدن زندگی کے جتنے اجزاء ہیں ان سب میں وہ اسلام کے بتائے ہوئے راستے اور خدا کے

تقتلنی ما انا بباسطٍ یّدی الیک لاقتلک انیّ اخاف اللہ رب العلمین ط انیّ ارید اَن تبوٓء باثمی واثمک فتکون من اصحٰب النّار ج وذالک جزٰٓؤا الظّلمین ج فطوّعت لہٗ نفسہ قتل اخیہ فقتلہ فاصبح من الخٰسرین فبعث اللہ غرابًا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سواۃ اخیہ ط قَالَ یٰویلتیٓ اعجزت اَنْ اکون مثل ھٰذا الغراب فاوَاری سواۃ اخی ج فاصبح من النّدمین ج مِنْ اجل ذالک ج کتبنا علٰی بنی اسرآءیل انّہ من قتل نفسًا بغیر نفسٍ

اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ خدا تو صرف پرہیز گاروں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے اگر تم نے میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھایا تو خیر مجھے قتل کر ڈالو۔ مگر میں تو اپنا ہاتھ تمہارے قتل کے لئے ہرگز نہ اُٹھاؤں گا۔ کیونکہ میں دنیا کے پالنے والے خدا سے برحق سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہی پر میرے اور تمہارے دونوں گناہوں کا وبال پڑے اور تم ہی اصحاب

النار میں داخل ہو۔ بالآخر اس کے دل نے اس کو اپنے بھائی کے قتل وخون پر آمادہ کر دیا۔ اور اس نے قتل کر کے اپنے لئے ناکامی کا راستہ کھول دیا۔ پھر خدا نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کریدتا تھا تاکہ اس کو اپنے بھائی کے دفن کرنے کا طریقہ بتائے۔ اس کو دیکھ کر اس نے کہا۔ ہائے افسوس کہ میں اس کوّے سے بھی گیا گزرا۔ وہ تو اپنے ایک

باب چہارم

اغراض و مقاصد انقلاب

سیاست کی زبان اگرچہ بعض حالتوں میں جنگ کے اسباب و مقاصد کو نہایت پیچیدہ الفاظ میں بیان کرتی ہے۔ لیکن استقراء تام و آثار جزئیات سے اُن کی تعیین نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

تاریخ انسانیت کی پہلی جنگ

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی سب سے پہلی جنگ کو صرف بغض و حسد کے جذبات نے قائم کیا تھا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ
اٰدَمَ بِالْحَقِّ م اِذْ قَرَّبَا
قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ط
قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ
لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ

اور آدم کے دونوں بیٹوں کا صحیح صحیح قصّہ ان لوگوں کو سنا دو جب کہ ان دونوں نے خدا کے لئے قربانی کی لیکن ایک کی مقبول اور دوسرے کی نامقبول ہوئی۔ اس پر دوسرے نے حسد سے بھر کر کہا۔ "میں تجھ کو قتل کر دونگا" دوسرے نے جواب دیا کہ یہ حسد ناحق کا ہے

كما ورد فى الحديث - قال النبى صلى الله عليه وسلم

لا تقتل نفس الا كان على ابن آدم كفل منها (بخاری جزو ۹ ص ۳)

ہر وہ شخص جو قتل کیا جاتا ہے تو اسکے خون کا ایک حصہ آدم کے اس بیٹے کی گردن پہ ہوتا ہے جس نے قتل و خونریزی کی سب سے پہلے بنیاد ڈالی تھی

لیکن بعد کو اس ناپاک اور بوجھ کے ثقل کی فرطِ ندامت سے اس کی گردن جھک جاتی ہے۔ فاصبح من النادمین ط

لیکن دوسرے نے صلح کا ہاتھ بڑھایا اور خون بہانے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ تم میرے قتل پر ہاتھ اٹھاتے ہو تو اٹھاؤ، مگر میں تمہارے قتل کے لئے ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ آخر کار صلح و امن کی ملکوتیت پر جنگ کی بہیمیت غالب آئی اور قتل کر دیا گیا۔ پھر یہ عالم ہوا کہ ایک مکروہ بدشکل مردار خور اور ذلیل پرندہ جو مقتولین جنگ کی لاشوں کو نوچ نوچ کھایا کرتا ہے آتا ہے اور اپنے ہم جنس کی لاش دفن کر کے قبر کھودنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ اس پر قاتل کی بہیمیت کو کوّے کی حیوانیت سے بھی شرم آنے لگی۔ ہر کر یٰویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب فاواری سوأة اخی ج فاصبح من النادمین ط آخر کار خدا اس اولین تمثیل جنگ و صلح کے بعد ہمیشہ کے لئے ایک نظام عدل قائم کر دیتا ہے کہ من اجل ذالک ج کتبنا علیٰ بنی اسرائیل ... الخ (الآیۃ)

او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا ط

(المائدہ)

(۶-۳۶)

ہم جنس کو گاڑنے کے لئے زمین کھود رہا ہے لیکن میں انسان ہو کر اپنے بھائی کے ... ایسا سلوک کرتا ہوں غرضیکہ وہ اپنے دل میں نادم و متاسف ہوا اور اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرض کر دیا کہ جس شخص نے کسی کو بغیر قصاص کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دیا تو گویا اس نے اپنی گردن پر تمام دنیا کا خون لے لیا اور جس نے کسی ایک آدمی کو قتل سے بچایا تو گویا اس نے تمام دنیا کو زندہ کر دیا۔ (الآیۃ)

اس بیان کو توراۃ سے ملانے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ وہ آدم کے بیٹے قابیل و ہابیل تھے۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ نیکی کی قربانی کبھی رد نہیں ہوتی اور قابیل کی قربانی قبول نہ کی گئی کہ وہ دل کا نیک نہ تھا اور بدی کا عمل کبھی قبول نہیں کیا جاتا۔ یہ دنیا کی پہلی لڑائی تھی۔ جس میں اولادِ آدم نے شیطان سے اپنی پہلی ... سیکھی۔ لیکن وہ دونوں درحقیقت آدم کے بیٹے نہ تھے، بلکہ جنگ و صلح کی مجسّم تصویر تھے۔ اور اُن میں سے ہر ایک کی تصویر دنیا کو جنگ و صلح کا متضاد منظر ایک ہی وقت میں دکھا رہی تھی۔ ایک نے جذبہ ... سے اپنے بھائی کو قتل کر کے گناہوں بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر لے لیا۔ جذبہ بہیمی و شیطانی کا بدترین نمونہ قائم کیا اور نوعِ انسانی کے لئے سب سے بڑی ... کی بنیاد رکھی۔

لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا "ایک دوسرے سے دل میں عداوت اور کینہ نہ رکھو باہم گر حسد نہ کرو اور نہ آپس میں باہم ایک دوسرے کی جگہ پر اُسے پیچھے ہٹا کر قبضہ کرو۔" (الحدیث)

وکنتم وعلیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تہتدون ط (الآیۃ)

اور تم لوگ باہم جنگ و جدل اور قتل و خونریزی کی وجہ سے گویا آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے اور وہ بھڑک رہی تھی لیکن خدا نے اسلام کی تعلیم دیکر تمہیں اس آگ سے نکال لیا۔

روم اور فارس کی مہذب سلطنتیں ملک گیری کے لئے باہم دست و گریبان تھیں، اسلام نے ان کے مقابلے میں پکار اکر دنیا اور دنیا کی پُر فضا زمین اس لئے نہیں بنائی گئی ہے کہ اُس پر بنی نوع انسان کے خون کا سیلاب بہایا جائے۔ ایک فریق دوسرے فریق کو نکال کر تمام روئے زمین پر جا و قابض ہو جائے اور آدم کی بہت سی بے خانماں اولاد کو نوآبادیاں ڈھونڈنی پڑیں۔ بلکہ دنیا کی سطح صرف اس لئے ہے کہ اس میں آدم کا ہر بچہ اپنے اپنے مرکز پر قائم رہ کر خدا کی عبادت میں مصروف رہے اور جو خلقت عبادت الٰہی کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ جنگ و خونریزی کے کاموں کے لئے نہیں ہو سکتی۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الآیۃ)

ہم نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ بغض اور لوٹ مار

تاریخ اسلام کا حیرت انگیز انقلاب

اسلام اسی صلح و ہابیلی کا آخری نتیجہ اور اسی نظام عدل کی آخری کڑی ہے۔ وہ اس ابتدائی عہد بشری سے برابر بڑھتی رہی اور مختلف صورتوں اور متعدد تعلیموں میں ظاہر ہوتی رہی۔ لیکن دنیا میں ہمیشہ نیکی برائی کے بعد پھیلتی ہے اور نور ہمیشہ ظلمت کے بعد جلوہ افگن ہوتا ہے۔ اسلام سے پہلے دنیا ابنِ آدم کی اُسی فطرت اولیٰ پر عمل کر رہی تھی۔ عرب کی تمام لڑائیاں بغض و انتقام، رشک و حسد، مناقشات و مباغضات کا نتیجہ ہوتی تھیں۔ حرب داحس اور غبرا نے صرف ایک گھوڑے کے بچھڑ کا دینے پر تمام عرب میں آگ لگا دی۔ حرب بسوس نے صرف ایک اونٹنی کے لئے تمام عرب میں قیامت برپا کر دی۔

مہذب سلطنتوں میں ملک گیری کیلئے جو لڑائیاں قائم ہو جاتا ہے وہ اگرچہ اپنی نمائشی خصوصیات میں غیر متمدن اقوام اور وحشیانہ لڑائیوں سے کسی قدر مختلف نظر آتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس کی آخری کڑی بھی اسی فطرت اور کینہ سے جا کر ملتی ہے۔ جس کا ظہور قابیل کی شیطنیت سے ہوا تھا۔ اور جس کی تمثیل توراۃ اور قرآن دونوں نے دی۔ اسلام دنیا میں آیا تو ان دونوں قسم کی لڑائیوں نے سطح ارض کو ایک معرکہ جنگ بنا رکھا تھا۔ لیکن اس نے دفعتاً لڑائی کے حلق کی شہ رگ کاٹ دی تھی۔

اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (الآیۃ)

ہیں رہنے والوں کا پتہ دیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں اس دنیوی زندگانی میں بھی بیکار گئیں اگرچہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ایک بہت بڑا کام کر رہے ہیں ۔

اس بنا پر درحقیقت اسلام سے پہلے جنگ کا پیکر خونیں روح و حقیقت یعنی مقصد سے بالکل خالی تھا۔ اور دنیا کے ہاتھ میں کشت و خون کے بعد ندامت کے سوا کچھ نہیں آتا تھا۔ چنانچہ ایک جاہل شاعر جنگ کے آخری نتائج کا ذکر ان حسرت آمیز الفاظ میں کرتا ہے ۔

فابوا بالرماح مکسرات
وابنا بالسیوف قد انحنینا

(وہ لوگ ٹوٹے ہوئے نیزے اور ہم کج شدہ تلواریں لے کر میدان جنگ سے واپس آئے) یہی وجہ ہے کہ دنیا کی زبانوں میں جنگ کے لئے کوئی ایسا لفظ وضع نہیں کیا گیا جو اس کے مقصد پر دلالت کرتا ہو۔ بلکہ جنگ کے تمام نام محض اُس کے اوصاف و نتائج ہی کا بیان تھے ۔ لیکن اسلام نے جنگ کو "جہاد" کی وسیع اصطلاح کے ماتحت لا کر اس کے مقصد اور حقیقت کو اس کے نام ہی سے واضح کر دیا۔ یہی اعلیٰ مقصد ہے جس کے لئے اسلام نے ہر موقع پر جد و جہد کوشش و سعی اور دوڑ دھوپ کی ترغیب دی ہے ۔

کے لئے اور عداوت وقتل وغارت
اور شر وفساد کے لئے

اُس وقت جبکہ دنیا نے نظام امن کو بدل دیا تھا۔ جب کہ ایک فریق دوسرے فریق کو پائمال ستم کر رہا تھا۔ جب کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت کے ممالک مقبوضہ کو چھین رہی تھی۔ اسلام آیا اور اس ظالمانہ نظام کو بدل کر ایک نیا عادلانہ نظام قائم کیا۔ جس کا مقصد دنیا کی تمام لڑائیوں سے بالکل مختلف تھا۔

دنیا کی خونریز لڑائیوں کا مقصد جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے صرف بغض و انتقام کے تشنہ کام جذبات خبیثہ کی پیاس بجھانا تھا۔ انسان فرطِ غیظ و غضب میں اگرچہ جنگ کو ایک عظیم الشان مقصد خیال کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو غضب انسانی مقصد عظیم خیال کرتا ہے۔ مدنیت فاضلہ اس کو کوئی مقصد ہی نہیں قرار دیتی۔ ڈاکہ اور راہزنی کسی متمدن انسان کا مقصد نہیں ہو سکتا۔ ظلم وتعدی انسانیت کی غرض نہیں ہو سکتی۔ بغض و انتقام کے بعد انسان کے ہاتھ میں انسانیت کے لئے کیا رہ جاتا ہے؟ اگر تمدن سچا اور شائستگی واقعی شائستگی ہے تو وہ قومی وجنسی بغض و انتقام کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتی۔

عرب سے زیادہ اس قسم کی جنگ وخونریزی کے لئے کس نے دوڑ دھوپ کی ہوگی؟ لیکن دیکھو خدا خود کہتا ہے۔

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا   کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ نقصان

لیکن اس سادہ اور مختصر الفاظ نے عرب کی تاریخ کا ڈھانچہ بدل دیا۔
اس اہم قدیمہ کی لڑائیوں کا اصل مقصد اکثر محض قتل و غارت، سیادت ارضی دست ... ممالک، عزت و موزاوبہ اظہارِ شجاعت ہوتا تھا۔ عرب کا بھی یہی حال تھا جن کے اندر اسلام کی دعوت شروع ہوئی۔

وایامنا مشهورة فی [illegible] دونا
لها غرر معلومة وحجول

"ہمارے معرکے ہمارے دشمنوں میں نہایت مشہور ہیں۔ اُن کے بیل بوٹے اور نقش و نگار اب تک اچھی طرح چمک رہے ہیں"

ولا اکن الشجاع فانّنی
بضرب الطلی والهام احق علیم

"اگرچہ میں بہت بڑا بہادر نہیں ہوں۔ تاہم سر اور گردن اُڑا دینے کا خوب ماہر ہوں" (یہ گویا کسرِ نفسی ہے)

مشینا [illegible] ـة اللَّیثُ [illegible]
غدوا اللیـ [illegible] غضبـ [illegible] ان

"ہم میدان میں شیر کی چال چلے، ایسا شیر جو صبح کے وقت شدت گرسنگی میں نہایت غضبناک ہو کر شکار کی جستجو میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اس قسم کا اظہار صرف میدان جنگ ہی میں نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہاں سے پلٹ کر عورتوں کو اپنی اپنی بہادری کے افسانے سنا کر انہیں اپنے کارنامۂ اعمال سے مرعوب کرتے تھے۔

لا يستوي القاعدون من المؤمنين غير اولي الضرر والمجاهدون في سبيل الله باموالهم وانفسهم فضل الله المجاهدين باموالهم وانفسهم على القاعدين درجة وكلا وعد الله الحسنى وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما (الآية)

مسلمانوں میں جو لوگ معذور نہ تھے باایں ہمہ گھر میں بیٹھے رہے وہ ان لوگوں کا مرتبہ نہیں پا سکتے جنہوں نے اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ایسے مجاہدین کو گھر میں بیٹھ رہنے والے مسلمانوں پر ایک خاص درجہ تک بزرگی دی اگرچہ دونوں کے لئے بمقابلہ غیر مجاہدین کے اجر عظیم ہے۔

لیکن یہ جد و جہد اور دوڑ دھوپ کس مقصد اور کس غرض کے لئے تھی۔ اس کی غرض و غایت کیا تھی۔ قرآن مجید نے اس کا جواب نہایت مختصر اور سادہ الفاظ میں دیا ہے۔

حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله (الآية)

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله (الآية)

(ترجمہ)

دنیا میں فتنہ ظلم و فساد باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے

وہ خدا جس نے اپنے رسول کو نوع بشری کی ہدایت اور دین حق کی دعوت کیلئے بھیجا تاکہ اس کی سچائی کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کر دے

فمن فی سبیل اللہ (الحدیث) — حضور فرمائیں کہ ان میں سے کون شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے

چونکہ اسلام نے ہر عمل کا اصول اوّلین یہ قرار دیا ہے انما الاعمال بالنیات (الحدیث) ہر عمل کا ثواب تمہاری نیتوں کی بنا پر ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ مقاصد اشاعت کلمۂ حق کے منافی نہ تھے تاہم اسلام خلوص اور حسِ عدالت حقہ کا داعی تھا۔ اس کے لحاظ سے ضرور تھا کہ اس بارے میں سب سے پہلے نیتوں ہی کو درست کرے۔ کیونکہ انہی کا اثر خارج کے تمام اعمال پر پڑتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سائل کو جواب دیا۔

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ (بخاری) — جس شخص نے اس نیت سے لڑائی کی کہ خدا کا بول بولا ہو اور اسکی سچائی قائم کی جائے تو صرف اسی کا قتال خدا کی راہ میں ہے۔

حقیقت اگر حقیقت ہے تو پردے میں نہیں رہ سکتی۔ حضرت داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد اسلامی کی اس حقیقت کا اظہار کیا تو خدا نے عملی نمونہ قائم کرکے اس کے اشتباہ کو زائل بھی کر دیا۔

دنیائے سیاست کے مکر و خدع کا ایک عجیب منظر

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں، کھانے کے اور۔ بعینہٖ

فانك لو رايت ولن ترية
اكف القوم تخرق بالقنا

"اے معشوقہ! اگر تو دیکھتی (حالانکہ تیرا دل گردہ یہ نہ تھا کہ دیکھ سکتی) کہ دشمنوں کی ہتھیلیاں کیونکہ نیزوں سے چھدتی جا رہی ہیں۔ تو تجھ کو میدان قیامت کا منظر نظر آ جاتا۔"

كفاك الذي ممن لم ترية
دعت للعواقب بالعينا

"اگر تو نے مجھے اس معرکہ میں نہیں دیکھا تو یہ بہتر ہے۔ ورنہ اپنے اور اپنی قوم کے فرزندوں کے لئے تو دعائے خیر کرتی۔" لیکن جس طرح عرب کا اصل مقصد "غارت گری" اس مقصد کے لئے منافی نہیں تھا۔ بلکہ دونوں ساتھ ساتھ پورے کئے جا سکتے تھے۔ اسی طرح اشاعت واعلان حق اور دعوت صداقت وعدالت کے ساتھ بھی اس مقصد کو پورا کیا جا سکتا تھا۔ عرب کی لڑائیوں کی تمام خصوصیات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے موجود تھیں اور اُن کا جوش ان کو اور زیادہ نمایاں کرنا چاہتا تھا۔

ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا۔

الرجل يقاتل للمغنم و	آدمی کبھی لوٹ مار کے لئے لڑتا ہے
الرجل يقاتل للذكر و	کبھی شہرت کے لئے اور کبھی میدان میں
والرجل يقاتل ليرى مكانه	اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے لیکن

تک انتقام لینے کی قدرت رکھتے تھے۔ شخصی حکومتوں میں ان کے اظہار سبب اور توجیہہ و تعلیل کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ تمام فوج اور تمام ملک ان کے اشارہ چشم و ابرو کے ساتھ دفعتاً حرکت میں آجاتا تھا۔ لیکن جب وہ ضعیف ہو جاتے ہیں اور ان کا قدم میدان جنگ کی طرف نہیں بڑھ سکتا تو حیلہ آفرینی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض اختراعی اسباب کی بنا پر ملک کے جذبات کو بھڑکا کر آمادہ جنگ کیا جاتا ہے۔ تمام قوم دھوکے سے یقین کرتی ہے کہ وہ اپنی عزت اپنے وطن اور اپنے مصالح پر اپنی جان قربان کر رہی ہے۔ حالانکہ درحقیقت میدان جنگ سلاطین کی اغراض شخصیہ کا شکارگاہ ہے۔ جن کو ہمیشہ مصالح مصنوعی برقع پوش رکھتے ہیں۔

اگرچہ تمام دنیا کی لڑائیوں کے اسباب کی تفصیل نہیں کی جاسکتی تاہم وہ انہیں ظاہری و باطنی اسباب کا نتیجہ ہوتی ہیں اور میدان جنگ کا غبار ہمیشہ باطنی اسباب کو اپنے پردے میں چھپائے ہوئے رکھتا ہے جب تک دنیا میں عرب کی سادہ سلطنت قائم رہی اس کا دامن خدع و فریب کذب و اختلاف، تدلیس و دسائس کے داغ سے پاک رہا۔ حضرت عمرو بن العاص نے زمانہ جاہلیت میں مصر کی ثروت اور شادابی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ جب اسلام لائے اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاری کا منصب عطا فرمایا تو اُن کو وہ خواب یاد آگیا۔ جس کو انہوں نے مصر کے سبزہ زاروں میں دیکھا تھا۔ چنانچہ

اس طرح جنگ بھی ظاہری و باطنی دو قسم کے اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے. لیکن سیاست کی زبان ظاہری اسباب دکھا کر تمام دنیا سے اپنے ہجوم و اقدام کے جواز کا فتوی لے لیتی ہے اور جنگ کے حقیقی اسباب کو اُن کے پردے کی تاریک آڑ میں چھپا دیتی ہے.

جنگ کا حقیقی سبب حرص و طمع کی وہ فوج ہے جو ہمیشہ اپنی کمین گاہ بادشاہوں کے دلوں کو بناتی رہتی ہے. یہی فوج دوسری ہمسایہ سلطنتوں پر دھاوا مارتی ہے اور دنیا کی دوسری ضعیف قوموں کے دبانے کے گھاتیں لگی رہتی ہے. لیکن جب تک حملہ کا کوئی ظاہری [illegible] پیدا نہیں ہوتا وہ خاموشی کے ساتھ انتظار کرتی ہے. [illegible] خوش قسمتی سے اس قسم کا موقع ہاتھ آجاتا ہے تو پھر علانیہ میدانِ جنگ میں آجاتی ہے اور اپنے مظالم و وحشت پر ظاہری اسباب کا پردہ ڈال کر دنیا کو خدع و فریب میں مبتلا رکھتی ہے. حتیٰ کہ قتل کرتی ہے. مگر کہتی ہے کہ امن و تہذیب کے قیام کی ایک مقدس خدمت انجام دی جا رہی ہے. شخصی سلطنت کے زمانے میں جنگ کا اعلان صرف بادشاہ یا [illegible] سالار کے ارادہ کی بنا پر کیا جاتا تھا. کسی کو اس کے اسباب کے دریافت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی. مگر اکثر اس حملہ کا تعلق بادشاہ کی ذات اور شخصیت سے ہوتا تھا ملک اور قوم پر عاشقانہ رقابت کی بناء پر عظیم الشان جنگیں ہو گئی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ [illegible] ناگوار لفظوں نے بغض و انتقام کی آگ دفعۃً [illegible] میں بھڑکا دی ہے. سلاطین جب

کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کر رہے ہیں۔ اور اب ہم زیادہ ظلم گوارہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ظلم کا بدلہ لیں اور عدل و امن قائم کریں۔ خود مصری اُن کے ظلم و ستم سے عاجز آ گئے ہیں۔ اور اب ہمارے ذریعہ سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔" اٹلی نے طرابلس غرب پر جو ظالمانہ حملہ کیا تھا۔ اس وقت اگرچہ اس کے پہلو میں بونا پارٹ کا بہادر دل نہ تھا، تاہم اس کے منہ میں زبان اُسی کی تھی۔ اس لئے اُس نے بھی اسباب جنگ کے اعلان میں اُسی قسم کے خداعانہ فقروں کا اعادہ کیا تھا۔ لیکن بونا پارٹ کے حملۂ مصر کا ایک سبب اور بھی تھا اور اس کے دل میں مخفی تھا اور اس نے پارلیمنٹ کے ممبروں کو بھی اُس کی خبر نہیں کی تھی۔ وہ اس کی شہرت طلبی اور الفائے ذکر جمیل کا وہ جذبہ تھا جو ہر سپہ سالار کے دل میں مدت العمر نشو و نما پاتا رہتا ہے! لیکن

جمہوریت کے زمانے میں سلاطین کا اقتدار بالکل اُٹھ جاتا ہے اور ان کے شخصی ارادہ کی قوت کلیتاً معدوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے جنگ پر ان کے انتقامانہ اور شخصی جذبات کا کوئی اثر نہیں پڑتا! تاہم اسباب ظاہری و باطنی کا پردہ بھی قائم رہتا ہے۔ اور گو تمام متمدن دنیا کو جنگ کے ظاہری اسباب کا یقین دلا کر حملہ کے جواز کا فتویٰ لے لیا جاتا ہے۔ لیکن تہ میں وہی فاتحانہ و غاصبانہ جذبات کام کرتے ہیں۔ جو سلاطین قدیم کے دل میں موجزن رہتے تھے۔

انہوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مصر پر چڑھائی کی درخواست کی۔ لیکن اس کے ... کا اظہار اس ذو الوجہین پالیسی کی زبان سے نہیں کیا۔ جو یورپ کے ذہن حرص و آز میں آکر تیغ و دم کا کام کرتی ہے بلکہ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ اگر آپ نے مصر کو فتح کر لیا تو وہ مسلمانوں کی عظیم الشان قوت کا مرکز ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔ وہ دولت و ثروت کا خزانہ ہے اور خوش قسمتی سے اس وقت وہاں کے باشندے جنگ کی طاقت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت لیت و لعل کے بعد اجازت دے دی۔ لیکن جب اسی مصر پر نپولین بوناپارٹ نے حملہ کرنا چاہا تو اس برہنہ حقیقت پر جس کو عمرو بن العاص نے صاف نمایاں کر دیا تھا۔ تہ پر تہ پردے پڑ گئے اور فرضی و مصنوعی اسباب نے اصلی غرض کو چھپا دیا۔ جب فرانسیسی کونسل کے ممبروں نے اس کی رائے سے اختلاف کیا تھا۔ اور حملہ کی اصل وجہ دریافت کی تھی۔ تو اس نے منجملہ اور اسباب کے ... سے بڑا ... وہی بتایا تھا۔ جو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کو بتایا تھا۔ لیکن جب وہ اسکندریہ میں داخل ہؤا تو معاً زبان حقیقت طراز کا لہجہ بالکل بدل گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے جو اعلان جنگ دیا۔ اس میں حقیقی سبب پر یہ غلاف چڑھا دیا گیا تھا۔

"سناجق جو اس وقت مصر کے بادشاہ ہیں۔ ایک مدت سے فرانسیسیوں

قائم رہا۔ لیکن بالآخر فرانس نے فتح پائی اور امیر عبدالقادر کو شام کے اطراف میں جلاوطن کر دیا گیا۔

ان اسباب ظاہری و باطنی کا ایک بیّن نمونہ گزشتہ جنگ فرانس و جرمنی بھی ہے۔ پرنس بسمارک نے اس جنگ کو جن مخادعات سے بھڑکایا تھا۔ ان کے نتائج نے اس جنگ کی تاریخ کو بالکل منقلب کر دیا۔ بظاہر سب سے پہلے جرمنی پر فرانس نے حملہ کیا تھا۔ اس لئے مورخین نے فرانس ہی کو اس جنگ کا محرکِ اوّل قرار دیا ہے لیکن ۱۸۹۲ء میں خود پرنس بسمارک نے ایک اخبار کے نامہ نگار کے سامنے جس حقیقت کا اظہار کیا۔ اُس سے اس جنگ کی تاریخ بالکل بدل جاتی ہے۔ بسمارک نے اس کے سامنے اعتراف کیا کہ ولیم اوّل شاہ پرشیا کے اس برقی پیغام کو جو اس نے فرانس کے متعلق بھیجا تھا۔ میں نے قصداً تحریف و تبدیل کر کے شائع کیا۔ جس کا مقصد فرانس کے فوجی جذبات کو بھڑکانا تھا۔ چنانچہ بسمارک نے ایک یادداشت میں جو اس کی وفات کے بعد شائع کی گئی۔ اس واقعہ کی عجیب تفصیل درج کی ہے۔ اس یادداشت کا خلاصہ یہ ہے۔

جب پروشیا اور فرانس کے درمیان اسپین کے تخت کے سلسلہ کے متعلق نزاع قائم ہوئی تو نپولین نے اپنے سفیر مقیم برلن کو پیغام بھیجا کہ وہ شاہ پروشیا سے بالمواجہ گفتگو کر کے معاملہ کو فرانس کی خواہش کے مطابق حل کرائے۔ ۹ جولائی ۱۸۷۰ء کو سفیر نے شاہ پروشیا

فرانس نے صدی گزشتہ کے اوائل میں الجزائر پر جو حملہ کیا تھا وہ اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتا ہے۔ الجزائر کی سرسبزی و شادابی کا خوش نما منظر ایک مدت سے فرانس کے پیش نظر تھا۔ اس لئے وہ ان کو اپنے مقبوضات میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ وسائس سیاسیہ ایک سہارا ڈھونڈ رہے تھے۔ حسن اتفاق سے اس متمدن سلطنت کو وہی حیلہ ہاتھ آگیا۔ جو عرب کے وحشیانہ جذبات کو مشتعل کر دیتا ہے۔ ایک خاص معاملہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرانس کے قنصل نے امیر الجزائر کو کوئی سخت بات کہہ دی۔ امیر نے غصہ میں آکر اس کے منہ پر پنکھا مار دیا۔ قنصل نے سلطنت فرانس کو اس توہین آمیز برتاؤ کی شکایت کر دی۔ اب فرانس کو حملے کا پورا موقع مل گیا اور اس پنکھے کی ہوا نے تین برس تک الجزائر میں آتش جنگ مشتعل رکھی۔ فرانس نے امتداد جنگ سے گھبرا کر آخری فیصلہ کے لئے ۱۸۱۳ء میں امیر البحر ددپریہ کی سپہ سالاری میں ۳۷۰۰۰ پیادہ اور ۴۰۰۰ سوار فوج کے دستے روانہ کر دیئے۔ الجزائر اس فوج کا مقابلہ نہ کر سکا۔ مجبوراً صلح کر لی۔ اور عظیم الشان افریقی ملک رفتہ رفتہ فرانس کی نوآبادیوں میں شامل ہو گیا۔

آخر امیر عبد القادر جزائری کے اندر سے حب الوطنی کی ایک طاقتور صدا اٹھی اور اس نے فرانس سے الجزائر کا تخلیہ کرانا چاہا۔ اس واقعہ سے جنگ کا ایک نیا دور جاری ہو گیا۔ جو سات سال تک

روانہ کیا گیا تھا۔ بسمارک نے اس کو تمام مہمانوں کے سامنے پڑھا۔ بادشاہ نے سفیر فرانس کو جس نرم لہجے میں جواب دیا تھا۔ اُس نے ان لوگوں کو اس درجہ افسردہ اور مایوس کر دیا کہ . . نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بسمارک تار کو بار بار پڑھتا رہا اور چونکہ بادشاہ نے اس کی اشاعت کی اجازت دے دی تھی۔ اس لئے اسی وقت ہاتھ میں قلم لیا اور اس میں چند ایسی باتیں بڑھا گھٹا دیں۔ جنھوں نے اس کے مفہوم کو، اس کے اثر کو، اس لہجے کو بالکل بدل دیا۔ اس کے بعد مارشل مولٹک کی طرف متوجہ ہؤا اور فوجی طاقت و نتائج . . . کے متعلق گفتگو کی۔ مارشل موصوف نے کہا:۔

"اگر جنگ لابدی چیز ہے۔ تو اب اس میں جلدی ہی کرنی چاہئے کیونکہ ای . . . بعل سے روز بروز ہمارے خطرات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔"

بسمارک . . نے جب اس گفتگو کے ذریعہ ان کے دل کو ٹٹول لیا۔ تو پھر تلوار سے پہلے اپنے د . . . سیا . . . کے جوہر دکھائے اور اس تار کو نہایت وضاحت کے ساتھ پڑھ کر سنایا جس کو سن کر اُن کے چہرے فرطِ مسرت . . . سے چمک اُٹھے اور انہوں نے کہا۔ اب اس کا لہجہ بالکل بدل گیا ہے۔ بسمارک کے ارکان کی داد نے اور بڑھاوا دیا اور اس نے کہا کہ یہ تار آدھی رات سے قبل ہی پیرس میں پہنچ جائے گا۔ اور فرانسیسی جذبات پر اس کا وہی اثر ہوگا جو کہ ایک سرخ

سے ملاقات کی۔ لیکن اُس نے نہایت نرم لہجے میں اس کے مطالبات سے انکار کر دیا۔ جو سفیر فرانس کی تحقیر و توہین کے اثر سے بالکل خالی تھا۔ بسمارک کو اس انکار کا حال پہلے سے ہی معلوم تھا۔ لیکن وہ ایسے سخت لہجے میں اس انکار کا اظہار کرنا چاہتا تھا، جو فرانس کی آتش غضب کو بھڑکا کر تمام فرنچ قوم میں آگ لگا دے اور اس جنگ کا [illegible] بن جائے، جس کا وہ مدت سے انتظار کر رہا تھا۔

اس جنگ کا انتظار پرنس بسمارک کو اس لئے تھا کہ اس وقت جرمنی کوئی متحدہ قوت نہ تھی اور ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں [illegible]م تھا۔ ان میں باہم لڑائیاں ہو چکی تھیں اور مرکزی اتحاد کی کوئی صورت [illegible] نہ آتی تھی۔ بسمارک نے سوچا کہ اگر اس وقت ایک بڑی خارجی جنگ شروع ہو جائے اور جرمنی پر باہر کا کوئی غنیم چڑھ آئے۔ تو ملک میں حب الوطنی کے جذبات بھڑک اُٹھیں گے اور تمام قوتیں یک جا مجتمع ہو کر ایک مرکزی قومی طاقت حاصل کر لیں گی۔ چنانچہ اس لئے وہ [illegible]رانس کو چھیڑنا چاہتا تھا۔ لیکن شاہ پروشیا کے نرم جواب نے اس کو بالکل مایوس کر دیا۔ اور اب اُس نے دوسرے حیلے ڈھونڈ[illegible] [illegible] شروع کر دیئے۔

۱۳ ۔ جولائی ۱۸۷۰ء کو اس نے مارشل وان مولٹک اور بعض دیگر ارکان حکومت کو کھانے پر مدعو کیا۔ وہ ان کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ کہ میز ہی پر آکر نوکر نے شاہ پروشیا کا ایک تار دیا جو فرانس کے بادشاہ کو

کام کرتا ہے۔ اور یہی قول و فعل کا تطابق اور دعویٰ و عمل کی تطبیق حقیقتاً ایک راست گو کی صداقت و حق پرستی کی دلیل ہوتی ہے۔ اسی معیار پر دنیا نے حقیقت اور فریب کو علیحدہ علیحدہ پہچانا، اور آج تاریخ نے اپنا فیصلہ صادر کیا کہ کہاں فریب و خدع کا پردہ ہے اور کہاں حق و صداقت کا بے نقاب آفتاب درخشاں، کوئی واقعہ جب حال کے لباس میں ملبوس ہوتا ہے تو اس کے حلیہ و چہرہ پر ہر قسم کے پردے ڈالے جا سکتے ہیں۔ مگر جب وہی واقعہ ماضی کے لباس میں ملبوس ہو کر حال کے لباس کو اتار پھینکتا ہے۔ تو پھر ہر ایک پردہ خود بخود چاک چاک ہو جاتا ہے اور حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا تھا کہ تاریخ اپنی رفتار میں جب مستقبل کی طرف قدم اٹھاتی ہے۔ تو اس کا ہر قدم حقیقت کے چہرے سے پردوں کو چاک کرتا جاتا ہے۔

واقعی آج تاریخ نے خود حقیقت، دنیا کو بے نقاب کر کے دکھا دیا ہے۔

جھنڈے کا ہو سکتا ہے۔ ہماری کامیابی تمام تر اس پر موقوف ہے کہ فرانس کی طرف سے جنگ کی ابتدا کی جاوے۔ تاکہ ہم یورپ کو یقین دلا سکیں کہ ہم صرف مدافعت کے لئے اٹھے ہیں۔ مولٹک نے مسکرا کر آسمان کی طرف آنکھ اٹھائی اور خوشی کے لہجے میں چیخ اٹھا "اگر زندہ رہا تو اپنی فوج کی سپہ سالاری کروں گا" یہ کہہ کر فرطِ مسرت سے اپنے سینے پر زور سے ایک گھونسا مار کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کا اصل ... بسمارک تھا اور اسی کے پر فریب ہاتھوں نے پس پردہ آگ کو بھڑکایا تھا۔ اور لیکن دیکھو کہ ظاہری اسباب نے اصلی حقیقت کو کیوں کر چھپا دیا؟ اگر پرنس بسمارک خود تصریح نہ کرتا۔ تو دنیا اب تک اس جنگ کی اصلی تاریخ سے واقف نہ ہوتی اور ظاہری حالات ہی کو حقیقی یقین کرتی۔

لیکن اس کے مقابل آپ داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے رفقاء کار کے کارناموں اور ان کی صداقت و حقانیت کے بے لوث اعمال و کردار کو دیکھئے کہ جو زبان سے دعویٰ کیا اسی کے مطابق آخر تک ہر گوشہ اور ہر شعبۂ عمل میں پورے اُترے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ دعویٰ اور عمل، قول اور فعل کی تطبیق و توفیق کا ایک مجسمہ نمونہ صداقت اور پیکر حق و راستی ان کے سامنے موجود ہے۔ یہی قول و فعل کی مخالفت اور دعویٰ و عمل کا اختلاف درحقیقت قوموں کے مضمر ارادوں اور پوشیدہ نیتوں کی نقاب کشائی و پردہ دری کا

جن کو حوادثِ زمانہ نے اس لئے ایک جگہ جمع کر دیا ہے کہ ٹھوکر لگانے کے لئے اسی قسم کا ناہموار نشیب وفراز موزوں ہے۔

لیکن چشم حقیقت اس پُر حسرت نظارہ پر اشکبار نہیں ہوسکتی وہ جذبات سے بالکل خالی ہے۔ اس لئے بڑی سنگ دل اور بڑی ہی بے رحم ہے۔ وہ صرف جا، کہ بیرونی جھرکوں ہی پر آنسو نہیں بہاتی بلکہ اندر کا ناسور دیکھنا چاہتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ خون کا یہ سیلاب لاشوں کا یہ ڈھیر سروں کا یہ تودہ نہایت بےدردی کے ساتھ ٹھکرا دیا گیا ہے۔ لیکن اصلی سوال یہ ہے کہ انسان نے اس گراں قیمت خون، اس دل جسم اور اس مغز و سر کو کیوں ہر شخص کے روندنے کے لئے ہلاکت کی راہ میں ڈال دیا؟

یہ ایک قیمتی سوال ہے۔ جس کا جواب انسان کے دماغ میں نہیں بلکہ ... میں ہے

زمین اپنے اندر سے سونا اگلتی ہے، پہاڑ لعل و الماس کا ذخیرہ باہر نکالتا ہے، سمندر سطح آب پر موتیوں کی دکان لگا دیتا ہے۔ انسان اس قیمتی سرمایہ کو دیکھتا ہے، اور آگے بڑھ کر اس کو اپنی ... میں بھرنا چاہتا ہے۔ لیکن خارجی قوتیں مزاحمت کرتی ہیں اور ان میں باہم کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ اب انسان کا بیش قیمت خون خود بخود جوش دکھا کر بہنا چاہتا ہے۔ جنگ چھڑ جاتی ہے۔ اور ہونے کی ایک خاک آلود سل پر لاکھوں لاشیں تڑپتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لعل کے ایک

باب اوّل

اسباب و علل

انسان فطرتاً مادہ پرست ہے اس لئے مادی چیزوں کو اپنا حقیقی سرمایہ سمجھتا ہے۔ لیکن مادیات کا آب و رنگ اس کو اور بھی مسحور بنا دیتا ہے۔ زمین کے اندر سونا۔ پہاڑ کے اندر لعل، سمندر کے اندر موتی انسان کا قیمتی خزانہ ہیں۔ لیکن سونا جب ڈھل کر سکہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ لعل جب پہاڑ سے نکل کر تاج شاہی میں اپنی چمک دمک دکھاتا ہے۔ موتی جب کسی کی حسین گردن کے ہار میں جگہ پاکر اپنے اوج قسمت پر ناز کرتا ہے تو وہ چہرہ کائنات کا آب و رنگ اور عالم اسباب کا چشم و چراغ بن جاتا ہے۔

زمانہ جنگ میں دنیا سرگرم فغاں نظر آتی ہے انسانیت ماتم کبریٰ میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ہمدردی مرثیہ خوانی کرتی پھرتی ہے۔ رحمدلی کا نوحہ دل گداز دلوں کو پانی پانی کر دیتا ہے۔ لیکن جب سوال کیا جاتا ہے کہ یہ نالہ و فغاں۔ یہ نوحہ و ماتم۔ یہ مرثیہ دلسوز و دل گداز کس متاع عزیز کی گمشدگی پر ہے؟ تو بہتے ہوئے خون کا ایک سیلاب، تڑپتی ہوئی لاشوں کا ایک ڈھیر کٹے ہوئے سروں کا ایک تودہ دکھایا جاتا ہے

بیوہ عورتوں کی آہیں تھم جاتی ہیں۔ لیکن قوت ہاضمہ اپنے عمل مستمر سے باز نہیں آتی۔ پس جنگ کے بعد دنیا ...... مال و دولت کے ماتم میں مصروف رہتی ہے۔ اور جن بے دردوں نے اس قدر لاشوں کو نہایت بے پروائی کے ساتھ زمین کے غاروں میں دفن کر دیا تھا وہ مصارف جنگ کا نقشہ دیدہ ریزی سے مرتب کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ ہر شخص ان کے ماتم دل گداز میں حصہ لے۔ لیکن انسان کا سرمایہ صرف اس کی جیب ہی تک محدود نہیں ہے۔ اس کا ایک بہترین حصہ دماغ میں بھی ہے۔ اگر ہم ٹوٹے ہوئے کھنڈروں پر، اگر ہم چند پامال شدہ باغوں پر، اگر ہم چند کھوئے سکوں پہ ماتم کر رہے ہیں۔ کہ جنگ کا سیلاب عظیم ان کو بہا لے گیا۔ تو ہم کو اس کے ساتھ اپنے بطون و دماغ کو بھی ٹٹولنا چاہیئے کہ میدان جنگ میں چمکنے والی تلوار کیسے مردوں کے سر کے ساتھ زندہ انسانوں کے سرمایہ ہوش و حواس کو تو اڑا ... نہیں لے گئی؟ اگر بیدرد فوج نے ہماری سرسبز کھیتوں کے ساتھ ہمارے خرمن عقل میں بھی آگ لگا دی ہے۔ تو ہم کو اپنے مال و دولت کے ماتم سے فارغ ہو کر اپنے قوائے عقلیہ کی اس بیدردانہ غارت گری پر بھی چند آنسو بہا لینے چاہئیں۔

لیکن یہ عقلی غارت گری نہایت مخفی طور پر وقوع پذیر ہوتی ہے خود تلواروں، نیزوں، کمانوں اور تیروں کے گولوں سے زیادہ تلواروں کی چمک نیزوں کی لچک۔ کمانوں کی چڑچڑاہٹ، بندوقوں کی باڑھ۔ توپوں کی گرج

دانے پر خون کے ہزاروں قطرے بہا دیئے جاتے ہیں۔ ایک موتی کی آب پر ہزاروں جسم کی رطوبت عزیزی فنا کر دی جاتی ہے۔ پس انسان کا سرمایہ وہ بیش قیمت خون نہیں ہے۔ جس پر وہ ماتم کرتا ہے انسان کا

سرمایہ وہ سڈول جسم نہیں۔ جس کے زخموں پر وہ مرثیہ خوانی کرتا ہے۔ انسان کا سرمایہ وہ مغرور سر نہیں ہے جس کے کٹنے پر وہ نوحہ سنج ہے۔ بلکہ اس کا حقیقی سرمایہ وہ تودۂ خاک ہے۔ جس میں سونے کے ذرّے چمک رہے ہیں۔ وہ لعل شب چراغ ہے جو شمع طور کی طرح پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر روشن ہوتا ہے۔ موتیوں کی وہ آب ہے جس کی نمائش سطح دریا پر کی جاتی ہے۔

جنگ کے بعد گراں قیمت خون کا ماتم، موزوں اندام جسم کا مرثیہ اور مغرور سر کا نوحہ صرف ایک افسانۂ بزم و انجمن کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جس سے کبھی کبھی اگلوں کی یاد تازہ کر لی جاتی ہے۔ لیکن دولت کا جو سرمایہ جنگ کی نظر کر دیا گیا ہے۔ اس کا داغ ایک مدت تک دلوں میں تازہ رہتا ہے۔

خون زمین پر گرتا ہے۔ اور بہہ جاتا ہے۔ لاشوں کا ڈھیر لگتا ہے اور زمین کے اندر دفن کر دیا جاتا ہے۔ سر کٹ کے گرتا ہے اور فرش خاک کے برابر ہو جاتا ہے۔ لیکن عظیم الشان عمارتوں کے کھنڈر کھڑے قائم رہتے ہیں سرسبز کھیتیاں پامال ہو کر بھی خرمن آتش زدہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یتیموں کے آنسو رک جاتے ہیں۔ لیکن بھوک نہیں رکتی۔

رحال میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بحیرۂ بالٹک میں ایک فریق نے خود اپنے ہی جہازوں پر حملہ کر دیا۔ کیونکہ وہم نے اُس کو غنیم کے جہازوں کی صورت میں دکھایا تھا۔ بعض اخبارات میں ہوائی جہازوں کے متعلق چشم دید شہادتیں شائع ہوئی ہیں۔ جو زمانہ جنگ کی وہم پرستیوں کو منتشل کرتی ہیں۔ کئی شخص شرعی قسم کھانے تک کو تیار ہیں کہ انہوں نے جرمنی کے ہوائی جہاز دیکھے۔ ایک معمولی شورش بھی یہی نتائج پیدا کر دیتی ہے لوگ حادثہ مسجد کانپور کے زمانے میں دریا کے اندر سے کلمہ شہادت کی آواز سنتے تھے۔ اور اس پر متعدد لوگوں کی شہادتوں کی بناء پر یقین کیا جاتا تھا۔

واقعاتِ جنگ کا نمایاں اثر ہمارے روزانہ طرزِ معاشرت پر بھی پڑتا ہے۔ جب انسان دن بھر کام کرتے تھک جاتا ہے۔ تو اوروں کی صحبت میں دل بہلاتا ہے۔ انسانوں کے مختلف طبقے ہیں اور ہر طبقہ اپنے لئے موزوں صحبت احباب ڈھونڈ لیتا ہے۔ زاہدانِ عبادت گزار معتکفین مساجد کے پاس بیٹھتے ہیں۔ اور دوزخ و جنت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس طرح جو لوگ علمی ذوق رکھتے ہیں وہ کسی درسگاہ یا اکاڈمی میں جا کر چند نامور دماغ انسانوں کے نتائج فکریہ سے مسرور ہوتے ہیں۔ لیکن زمانہ جنگ میں عبادت خانوں کی صدائیں دفعتاً رک جاتی ہیں میخانوں کے ترانے خاموش ہو جاتے ہیں۔ علمی مجالس کا حلقہ درس و علوم موقوف ہو جاتا ہے۔ اور تمام دنیا ایک انجمن اور ایک حلقہ احباب بن جاتی ہے جس میں صرف فتح و شکست کی داستان ہی سنائی جاتی ہے۔ واقعات جنگ

اس عقلی میدان کو فتح کرتی ہے۔

اس عقلی جنگ میں جوہر زیادہ کام نہیں کرتا۔ میدان صرف مرض جنگ کے ہاتھ میں رہتا ہے۔

زمانۂ جنگ میں مال و دولت کی بربادی کا منظر صرف دنیا کے ایک بدقسمت ... حصے میں نظر آتا ہے۔ لیکن یہ عقلی لوٹ مار عام ہوجاتی ہے ہر جگہ سرہی سر ہوتے ہیں۔ مگر سر میں کچھ نہیں ہوتا۔ مادی غارت گری کا صرف ایک ہی اثر ہوتا ہے۔ جو فقر و فاقہ کی صورت میں نظر آتا ہے لیکن اس عقلی غارت گری کے سینکڑوں نتائج ہوتے ہیں جو مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زمانۂ جنگ میں ہزاروں غلط افواہیں اڑائی جاتی ہیں۔ لیکن تمام دنیا اُن پر یقین کرتی ہے۔ واقعات کے نقد کا سب سے بدیہی اصول تناقض ہے۔ لیکن زمانۂ جنگ میں سیکڑوں متناقض خبریں ایک ہی ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ جن پر اکثر لوگ یکساں وثوق کے ساتھ یقین کر لیتے ہیں۔ اور کم از کم ذوق و شوق کے ساتھ تو ہر انسان انہیں سنتا ہے ایمڈن کے ڈوبنے اور اچھلنے کا واقعہ ایک ہی دلچسپی کے ساتھ منایا گیا تھا۔ لیئر کے تسخیر و عدم تسخیر کی حقیقت یکساں کشش کے ساتھ سامنے آئی۔ جرمنی کا اقدام و ادبار دونوں ایک ہی وقت نمایاں ہوئے۔ زمانۂ جنگ میں وہم کی اختراعی قوت نہایت، ترقی کر جاتی ہے اور انسان کا دماغ ہمیشہ احتمال آفرینیوں میں مصروف رہتا ہے۔ اسی وہم پرستی کی بنا پر فوجیں اکثر جنگی غلطیاں کر بیٹھتی ہیں۔

کی طرف سینکڑوں وحشیانہ افعال کا انتساب اسی مقصد سے کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے کا الزام زمانہ جنگ ہی میں لگایا گیا۔

جنگ کے ذریعہ سے اتحاد و اتفاق اور بغض و عداوت کے جذبات کو نہایت ترقی دی جاسکتی ہے۔ پرنس بسمارک نے اتحاد جرمنی کا خواب جنگ کے ہولناک میدانوں ہی میں دیکھا تھا۔ موجودہ جنگ میں اٹلی نے جرمنی سے جو علیحدگی اختیار کر لی۔ اس نے قدیم عہد مودّت کو مبدل بہ عداوت کر دیا۔

روس، فرانس، برطانیہ، جرمنی، آسٹریا اور سرویا وغیرہ کا باہمی عہد مودّت پہلے سے بھی زیادہ مستحکم اور پائیدار ہوگیا ہے۔ عہدِ ابتدائی میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کے سلسلۂ زرّیں نے باہم مربوط کر دیا، وہ اسی کارخانے میں تیار ہوا تھا۔ جہاں تلواریں ڈھالی جاتی ہیں۔

جنگ کے ذریعہ ہر قسم کے مذہبی، ملکی اور اخلاقی انقلابات نہایت سرعت کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔ فرانس کی جمہوریت جنگ ہی کا نتیجہ ہے قرآن مجید کی اشاعت تعلیم کا سب سے بڑا ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ تھا جس نے عرب کے ادبی اور اخلاقی نظام میں دفعتًا انقلاب پیدا کر دیا۔ عمرو بن کلثوم کے مشہور اور پرجوش معلقہ کو قبیلہ بنو تغلب کا ایک ایک بچّہ ان کے جنگی کارناموں کے اثر کو از بر یاد رکھتا ہے۔

کے علاوہ دوسری باتوں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ تو عموماً ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

غلط افواہوں کا اثر زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ اور ضعیف الدماغ لوگوں پر پڑتا ہے۔ موجودہ جنگ کا سب سے زیادہ اثر تاجروں اور تاجروں میں مارواڑیوں پر پڑا ہے۔ جنگ نے تجارت کو جو نقصان پہنچایا ہے اس سے کہیں زیادہ اُن غیر تعلیم یافتہ تاجروں نے اپنی بدحواسی اور پریشان خیالی سے نقصان اٹھایا ہے۔

زمانہ جنگ میں لوگ اگرچہ فتح و شکست دونوں کی خبروں کو نہایت دلچسپی سے سنتے ہیں۔ لیکن فتح و ظفر کا غلغلہ نہایت بلند آہنگی سے بلند کیا جاتا ہے۔ اور بغیر کسی قسم کے تعلق کے فاتح کے فضائل و مناقب کا غیر معلوم طور پر اعتراف کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی قسمت آج کل برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور رعایا کو وفاداری کا پورا ادعا ہے تاہم آغازِ جنگ سے پیش قدمی کی متصل خبروں کی وصولی نے جرمنی کی وقعت عوام میں قائم کر دی ہے۔

زمانہ جنگ میں کسی شخص کو نہایت آسانی کے ساتھ نیک نام یا بدنام کیا جاسکتا ہے۔ رستم کی نیک نامی صرف شاہنامہ کی داستان سرائیوں کا نتیجہ ہے۔ عیسائیوں میں زمانہ حروب صلیبیہ کے مخترع واقعات نے مسلمانوں کو بدنام کر دیا ہے۔ منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو الزام لگایا تھا۔ اس کے لئے اسی غرض سے ایک سفر جہاد کو منتخب کیا تھا۔ جرمنی

جو ایک مدت کے بعد مستحکم پہاڑ بن جاتے ہیں۔ ان کو لڑائی کا بھونچال ہی اکھاڑ سکتا ہے اور کوئی نہیں۔

مساوات کی حقیقی روح صرف زمانۂ جنگ ہی میں پیدا ہو سکتی ہے فرانس کی شورش کا سب سے بڑا نتیجہ مساوات ہے۔ مساوات عدل و انصاف کی ایک شکل ہے اور عدل و انصاف کے ستون کو صرف قوت ہی قائم رکھ سکتی ہے۔

زمانۂ جنگ میں ہر انسان کی مخفی طاقت دفعتاً اُبھر آتی ہے۔ فوج جس دلسوزی و بے جگری سے میدانِ جنگ میں لڑتی ہے۔ حالات صلح میں اس کے تصوّر کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ نامہ نگارانِ اخبار جنگ کی خبروں کی فراہمی میں جس قدر عرق ریزی کرتے ہیں۔ صلح کی خبروں میں اس قدر محنت نہیں کر سکتے۔ جنگ کے مضامین میں ایڈیٹروں کی قابلیّت کا غیر معمولی اظہار ہوتا ہے۔ قوتِ حافظہ کو غیر معمولی ترقی ہو جاتی ہے۔ عرب کے دواوین اشعار کو اسی غیر معمولی حافظہ نے محفوظ رکھا عرب کی حیرت انگیز قوت روایت کو اسی فوجی اثر نے ترقی دی۔ شاہنامہ کا وہ سرمایہ جو فردوسی کو نہایت آسانی سے مل گیا تھا۔ تلوار کے اسی جوہر سے محفوظ رہا جو اس کے دماغ میں سرایت کر گیا تھا۔

جنگ کے زمانے میں لوگ وحشت اور بد اخلاقی کی طرف زیادہ تر مائل ہوتے ہیں۔ فوج تو اسی نشہ میں مست رہتی ہے لیکن خود رعایا بھی رعایا کے جان و مال و عزت و آبرو کو نہایت بیدردی سے پامال کر دیتی

شاہنامہ کی مقبولیت صرف اس بنا پر ہوئی کہ اُس نے گزشتہ جنگی واقعات کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ ہومر کے ایلیڈ کی شہرت نے اسی بنا پر یونان کی حکمیات کی شہرت ماند کر دی کہ وہ میدانِ جنگ کا ایک رنگین خاکہ تھا۔ ۱۸۷۰ء کی جنگ فرانس و جرمنی نے فرانسیسیوں کی شجاعت اور عزم و استقلال کا خاتمہ کر دیا۔ جس کا اثر آج میدان جنگ میں ملانیہ نظر آتا ہے۔ آج جرمن سپاہیوں کی رگوں میں جو گرم خون دوڑ رہا ہے۔ وہ صرف آج کی تیز و تند شراب ہی سے مخلوط نہیں بلکہ اس میں ۱۸۷۰ء کے سیلاب خون کے کھولتے ہوئے آتشیں قطرے بھی شامل ہیں۔ یہودیوں کی بداخلاقیاں مسلسل جنگ اور مسلسل شکستوں کا نتیجہ ہیں۔ بیت المقدس میں اس قوم نے تین بار شکست کھائی۔ فرعون کے دربار میں غلام بن کر رہی۔ عرب کے میدانوں میں بھی ایک ابھرنے والی روحانی طاقت نے ان کے لئے جگہ نہ چھوڑی۔ آج ان مسلسل ذلت آمیز شکستوں کا داغ ہر یہودی کے دامن اخلاق پر نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کا معیار اخلاق جس قدر جہاد نے بلند کر دیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تعلیم اس کے مقابلہ میں بالکل بے اثر رہی۔ غرض ہر قسم کا انقلاب صرف جنگ ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ فلسفہ نے آج تک نظام عالم میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ لیکن جنگ نے ذرہ کو آفتاب اور رائی کو پہاڑ بنا دیا ہے۔ پہاڑوں کو زلزلہ ہی متزلزل کر سکتا ہے کسی قوم نے قدیم عقائد، قدیم تہذیب، قدیم طرز معاشرت کو نہیں بدلا

باب دوم

نتائج و عواقب

اگرچہ ہر جنگ بلکہ معمولی شورش بھی ان تمام نتائج کو لازمی طور پہ پیدا کر دیتی ہے۔ جن کی طرف گزشتہ صحبت میں ہم ایک سرسری اشارہ کر چکے ہیں۔ لیکن جنگ کے استعداد و صنعت کے ساتھ ان نتائج میں بھی مد و جزر رہتا ہے۔ یعنی جنگ کا حملہ جس قوت کے ساتھ جسم و مادہ پہ ہو گا۔ اسی شدت کے ساتھ عقل و روح بھی اس سے متاثر ہو گی۔ اگر جنگ نے سر میں ایک معمولی سی ٹھوکر لگا دی تو دماغ میں بھی ایک خفیف سی جنبش پیدا ہو گی۔ تاہم جس طرح ہر جنگ چہرہ کائنات کو کچھ نہ کچھ ضروری زخم کر دیتی ہے اسی طرح ہمارا دماغ بھی اس حملہ سے کلیتہً محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اس لئے جب کہ ہم بیش قیمت خون اور خون سے زیادہ عزیز دینار سرخ کی بربادی پہ ماتم خوانی کرنے کے لئے صف ماتم بچھاتے ہیں تو ہم کو اپنے سرمایۂ عقل و ہوش کی تباہی پر ایک حلقۂ ماتم قائم کرنا چاہیئے۔

نتائج مجموعی طور پر ہمارے پیش نظر ہیں اور ہمارے سامنے عالم عقل و روح کی بربادی کا ایک عبرت خیز منظر پیش کرتے ہیں۔ معرکہ کارزار کے گرم ہونے کے ساتھ ہی ہماری عقل اس قدر اندھی ہو جاتی ہے۔ کہ تناقض و

ہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فوج سے زیادہ بدمعاشوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت کی تھی۔ لیکن ایک اعلیٰ طاقت ان وحشیانہ افعال سے روک بھی سکتی ہے۔ بلکہ اخلاق کا ایک بلند معیار قائم کر سکتی ہے عہد نبوّت اور عہد صحابہ میں اس کی شاندار مثالیں مل سکتی ہیں۔ موجودہ زمانہ بھی اس قسم کی مثالوں سے خالی نہیں۔ فوج فاقہ سے مرتی ہے۔ لیکن مال غنیمت کا بہترین سرمایہ اپنے سپہ سالار کے پاؤں پر لاکر ڈال دیتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی، ۱۸۴۸ء کی شورش میں جس گروہ نے قیصر سویلری پر حملہ کیا، اس نے وہاں کی بہترین یادگاروں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ جنگ روس وجاپان میں جب جاپانی سپاہی کسی مقتول کی جیب سے گنی نکالتے تھے۔ تو اس کو ہر شخص اپنے افسر سے چھپا رکھنے میں ہی اپنی کامیابی خیال کرتا تھا۔

لیکن اسلامی مجاہدین کے اعمال و افعال آج دنیا کے سامنے موجود ہیں اور تاریخ نے اُن کو محفوظ رکھا ہے۔ دنیا ان کو دیکھ کر خود فیصلہ کر سکتی ہے۔

—

اس کو خبر نہیں ہوتی۔ ہمارے سامنے ہمارا خزانہ عقل مٹتا ہے لیکن ہم اس تباہی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔

لیکن عقلی نقصانات کی فہرست مرتب ہوچکی ہے اور وہ ہمارے سامنے ہے۔ اس لئے ہم کو ان اسباب کا بھی پتہ لگنا چاہیے جو اس سرمایہ مخصوص کو دفعتاً سمیٹ لیتے ہیں اس کے لئے ہم کو چند مقدمات مرتب کر لینے چاہییں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) عام طور پر چند اشخاص کے اجتماع پر جماعت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اگر ایک وسیع میدان یا ایک وسیع سڑک پر سو دوسو آدمی جمع ہو جائیں تو عام لوگ اس بھیڑ پر جماعت یا فرقے کا اطلاق کرنے لگتے ہیں لیکن فلسفہ نے جماعت کی ایک نئی ترتیب قائم کی ہے۔ جماعت کی ترتیب کے لئے اشخاص کا اجتماع ضروری نہیں ہے۔ صرف دماغ اور خیال کا رابطۂ اتحاد کافی ہے۔ اگر ایک لاکھ آدمی شانے سے شانہ ملاکر کسی پرفضا میدان میں کھڑے کر دیئے جائیں لیکن ان میں کسی قسم کا دماغی اشتراک نہ ہو تو ان پر جماعت کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ برخلاف اس کے اگر چار آدمی مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کے ایک ایک گوشے پر الگ الگ کھڑے ہو جائیں۔ لیکن ان میں توافق خیال وعقائد نے رابطۂ اتحاد پیدا کر دیا ہو تو وہ ایک حقیقی جماعت ہیں

پس جماعت کو صرف دماغ ہی مرتب کر سکتا ہے یہ کام ہاتھ پاؤں کے

تبائین کے بدیہی امتناع کو بھی ممکن سمجھنے لگتی ہے۔

کبھی روایت و درایت کے تمام اصول اس کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص کو کسی جزئی فرد گزاشت پر بدنام کرتی ہے۔ تو اس کے تمام فضائل و مناقب سے آنکھ بند کر لیتی ہے۔ ایک شخص کو اس مبالغہ آمیز طریقہ سے شہرت دیتی ہے کہ اس کو کبھی فرشتہ اور کبھی دیوتا بنا دیتی ہے۔ وہ میدان جنگ میں تمام نظام اخلاق کو درہم برہم کر کے وحشیانہ [illegible] کی تجدید کرتی ہے۔ کہیں کہیں مفید نتائج بھی پیدا کرتی ہے۔ تاریخ کو محفوظ رکھتی ہے۔ ادبی لٹریچر کو از بر یاد کرا دیتی ہے مردہ قالبوں میں شجاعت اور بہادری کی روح پھونکتی ہے۔ لیکن یہ فضائل بھی اختیاری نہیں ہوتے۔ محض اضطراری ہوتے ہیں اور ان میں بھی کبھی جادہ اعتدال سے آگے بڑھ جاتی ہے۔

بہر حال جنگ ہمارے دماغ میں ایک تلاطم، ایک طوفان، ایک مدوجزر کا عالم پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے جو چیز ہم کو ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔ وہ خود [illegible] ٹھوکریں کھانے لگتی ہے۔ پس ہم کو زمانہ جنگ میں صرف اپنی [illegible] ہی کو نہیں ٹٹولنا چاہیئے۔ بلکہ دماغ کو بھی کہ اس میں کیا آیا اور اس سے کیا گیا؟ زمانہ جنگ میں جان و مال کا نقصان ہوتا ہے۔ وہ اس قدر بدیہی ہے کہ ہم کو اس کے علل و اسباب کی تحقیق و تفتیش کے لئے غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ لیکن دماغ کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ اپنے تمام سرمایہ کو کھو دیتا ہے مگر خود

بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ترکیب و انضمام سے پہلے ان دماغوں میں ایک ارسطو کا دماغ تھا۔ دوسرا افلاطون کا۔ تیسرا مجنوں شخص کا اور چوتھا ایک نہایت بلید الطبع آدمی کا۔ لیکن اب اشتراک و اتحاد نے ان تمام مختلف العقل دماغوں کو ایک کر دیا ہے اور اس مجموعہ میں شامل ہو کر ارسطو اور افلاطون کے مخصوص قوائے دماغی بالکل فنا ہو گئے ہیں۔ اب ہم کو اس مجموعہ دماغ میں ارسطو و افلاطون کی اُس مخصوص قوت فکریہ کی تلاش نہیں کرنی چاہیے۔ جس نے فلسفہ مشابہ و فلسفہ اشراقیہ کی مستقل شاخوں کو قائم کیا تھا۔ ہم کو اس مجموعہ میں اُس مجنوں اور بلید الطبع شخص کے تمسخر انگیز خیالات کا پتہ بھی نہیں مل سکتا۔ جو کبھی کبھی ہمارے لئے ضیافت کا سامان مہیا کرتے تھے اب ایک مستقل دماغ اور جدید خیالات کا سلسلہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہی دماغ ہے جسکو جماعت کا دماغ اور یہی خیالات ہیں جن کو جماعت کا علم و عقیدہ کہا جاتا ہے اگر اس دماغ نے اپنے اندر مجنونانہ کیفیات پیدا کر لی ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ ارسطو اور افلاطون بھی مجنون ہو گئے ہیں اور اگر یہ دماغ ارسطو اور افلاطون کے قوائے عقلیہ کا مرکز ہے۔ تو یقین کر لینا چاہیے کہ کبھی کبھی بعض مجنوں اور بلید الطبع اشخاص میں بھی ارسطو اور افلاطون ہو جاتے ہیں

(۳) لیکن چند دماغوں کی ترکیب سے جو مستقل دماغ پیدا ہوتا ہے وہ اگرچہ کبھی کبھی ارسطو و افلاطون نتائج فکریہ سے بھی لبریز ہو جاتا ہے لیکن اکثر خواب پریشان ہی دیکھا کرتا اس کے پرزے اپنے قابو

بس کا نہیں ہے۔ البتہ یہ اشتراکِ دماغی کبھی اجسام میں بھی اتحاد و ائتلاف پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے متحد الخیال لوگ ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی رنگین صحبتیں۔ دنیا کے دلچسپ جلسے، دنیا کی مفید کانفرنسیں انہیں متحد الخیال لوگوں کے اجتماع کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لیکن یہ اجتماع جماعت کی حقیقت... میں داخل نہیں ہے بلکہ بالکل عارضی ہے یہی وجہ ہے کہ جاپان کا سوشلسٹ اپنے آپ کو روس کے سوشلسٹوں کی جماعت میں داخل سمجھتا ہے۔ حالانکہ روس نے ان لوگوں کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے تاہم اشتراک دماغ و اجتماع اجسام میں ایک قسم کا مخفی رابطہ ضرور ہے۔ چند آدمی ایک جگہ رہتے ہیں۔ متحد المذاق ہو جاتے ہیں۔ متحد المذاق لوگ خود بخود ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کو دماغ ہی نے ایک کیا ہے۔

(۲) پس جماعت چند دماغوں۔ چند خیالات اور چند عقائد کے عقلی مجموعہ کا نام ہے۔ لیکن جس طرح چند مادی اجزاء کے انضمام و ترکیب سے ایک جدید حقیقت عالم وجود میں آتی ہے اور ان اجزاء کے تمام خواص و کیفیات سابقہ کا استحالہ ایک جدید کیف... میں ہو جاتا ہے آکسیجن اور ہائیڈروجن مل کر پانی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور حالت انفراد میں ان کے جو خواص و اعراض تھے وہ ایک نئی کیفیت میں متبدل ہو جاتے ہیں بعینہ اسی طرح چند دماغوں کی ترکیب و انضمام سے ایک مستقل دماغ پیدا ہو جاتا ہے جس کے قوائے عقلیہ فرد کے دماغ سے

قدم اٹھاتے ہیں اس لئے جماعت کا دماغ بھی عموماً مبالغہ اور غلو و اغراق کی طرف مائل رہتا ہے اور مختلف دماغوں کی ترکیب سے اس کی اغراق پسندی کی قوت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے وہ ہر چیز میں مبالغہ پیدا کرتی ہے۔ خبروں کی اشاعت نہایت مبالغہ انگیز طریقہ سے کرتی ہے۔ تواتر اس کا لازمی جزو ہوتا ہے، ہجو پر آمادہ ہوتی ہے تو انسان کو چار پایہ بنا دیتی ہے کسی کی دوستی کرتی ہے تو اس شہرت کے ساتھ کہ تمام جذبات بغض و حسد کو بھول جاتی ہے دشمن ہوتی ہے تو پھر قدیم عہد مودت اُس کو یاد نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں وہ بد اخلاق بھی ہو جاتی ہے۔ خون اس کے نزدیک پانی کے برابر ہو جاتا ہے۔ مسجد اور بُت خانے میں وہ بالکل تفریق نہیں کرتی۔ کبھی لوٹتی ہے کبھی آگ لگاتی ہے۔ کبھی خون بہاتی ہے کبھی عظیم الشان عمارتوں کو منہدم کر دیتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کی قوت جسمانی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

کبھی کبھی اُس کی یہ مبالغہ آفرینی ایک نیا قالب بدلتی ہے بعض دفعہ جب واقعات میں اغراق کا کوئی جدید پہلو نہیں پیدا کر سکتی تو ان کو مسخ کر دیتی ہے۔ زمانہ قدیم کی جنگجو قوموں کے خوفناک چہرے ان کے عظیم الشان ہتھیار۔ اُن کے فن حرب کے عجیب و غریب کرتبوں کی داستانیں ہم آج تمسخر انگیز سمجھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بالکل اصلیت سے خالی نہیں ہیں۔ البتہ جماعت کے دماغ نے ان کو ہمارے سامنے

میں نہیں رہتے بلکہ اضطراری طور پر خود بخود کسی اندرونی برقی طاقت سے چلتے رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔ بلکہ ہمیشہ جدید مؤثرات کے لئے منتظر و آمادہ رہتے ہیں۔

مادہ جس قدر صورت کے قبول کر لینے کے لئے آمادہ ہوگا اُسی قدر صورت کی تشکل آسانی کے ساتھ عمل میں آئے گی۔ جماعت کا دماغ بھی مؤثرات کے لئے منتظر و مستعد رہتا ہے۔ اس لئے وہ ہر قسم کی غلط افواہوں اور متناقض خبروں کو قبول کر لیتا ہے اور جدت چاہتا ہے حقیقت سے اس کو غرض نہیں ہوتی۔ بھوک اچھی اور بری غذا میں تمیز نہیں کیا کرتی۔ جماعت کا دماغ بھی جوع البقر مرض میں مبتلا رہتا ہے اس لئے ہر قسم کی غذا کو بآسانی ہضم کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم لٹریچر میں جو عجیب و غریب قصے مذکور ہیں ان کو جماعت ہی کے دماغ نے حسن قبول کا خلعت عطا کیا ہے

انسان کو صرف نتائج ہی جادۂ اعتدال پر لے جاتے ہیں۔ اگر آپ کو بازار میں سودا خریدنا ہے تو آپ اُس سڑک کو ڈھونڈیں گے جو بازار کی طرف بخط مستقیم جاتی ہو۔ لیکن اگر آپ آوارہ گردی کے لئے نکلے ہیں تو آپ کے لئے ہر سڑک مساویانہ حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن جماعت نہایت مختلف الاجزاء لوگوں سے مرکب ہوتی ہے اور اس اتحاد و اتفاق کا اکثر کوئی حقیقی مقصد نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کا دماغ ہمیشہ آوارہ گردی کرتا پھرتا ہے نئی کل دار ھیون آوارہ گرد لوگ ہمیشہ سرعت کے ساتھ

پیشانی میں ایک زخم تھا۔ اس کو دیکھ کر عورت چلائی "بیشک یہی میرا لڑکا ہے۔ وہ مہینوں سے گم تھا۔ چند لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے اور قتل کر ڈالا اس عورت کے عزیز و اقارب بھی آئے اور انہوں نے بھی کہا کہ بے شک یہ وہی لڑکا ہے۔ جس مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا اس کے مدرس سے بھی شناخت کرائی گئی۔ اس نے بھی اس کے گلے کے تعویز کو دیکھ کر کہا کہ یہ وہی ہے۔ اس کے تعویز کو میں خوب پہچانتا ہوں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تمام شہادتیں غلط تھیں۔ وہ شہر بورڈو کے کسی شخص کا لڑکا تھا وہیں قتل بھی ہوا تھا۔ اس عورت کے لڑکے سے اسے ذرا بھی تعلق نہیں۔

جماعت کے اس دماغی مرض کا نام سریانِ خیال ہے پہلے ایک دماغ دو چیزوں کی خفیف مشابہت سے ایک غلط خیال پیدا کرتا ہے پھر تمام جماعت اندھا دھند اس کا یقین کر لیتی ہے۔ دریا میں کنکری پھینکنے سے ایک چھوٹا سا دائرہ پیدا ہو جاتا ہے جو رفتہ رفتہ پھیل کر تمام سطح آب کو محیط ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جماعت میں ایک شخص ایک خیال قائم کرتا ہے۔ جس کو جماعت کے دماغ کی کارروائی عام کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کی تمام روایتیں غلط ہوتی ہیں۔ یا کم از کم قابل اخذ بنا پر توہم میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ لیکن جماعت عموماً ضعیف الدماغ ہوتی ہے۔ جماعت میں شامل ہو کر ارسطو اپنے بہترین دماغ کی خصوصیات کھو دیتا ہے۔

مسخ شدہ صورت میں پیش کیا ہے اس لئے ان کے اصلی خط و خال ہماری نظروں سے چھپ گئے ہیں۔

(۴) یہ ممکن تھا کہ اسی زمانے میں یہ مصنوعی پردے ہٹا دئے جاتے اور دنیا ان واقعات کی اصلی صورت دیکھ لیتی۔ لیکن جماعت جس عالمگیر مرض میں مبتلا ہوتی ہے وہ متعدی ہو جاتا ہے وہ ایک ہی کان سے سنتی ہے۔ ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ ایک ہی دل سے یقین کرتی ہے اس لئے ایک شخص جو کچھ کہتا ہے، پوری جماعت کی زبان سے کہتا ہے اور ہر شخص اُس کا اسی طرح یقین کرتا ہے جس طرح کہنے والا اس پر ایمان لایا تھا۔ واقعات سے اس کی متعدد مثالیں فراہم کی جا سکتی ہیں فرانس میں سوءِ اتفاق سے دو لڑکیاں ڈوب گئیں لاشیں نکالی گئیں تو چند اشخاص نے ان کی شناخت کی۔ مزید توثیق کے لئے بہت سے لوگوں کی شہادت لی گئی اور ہر شخص نے ان کی تائید کی۔ انسپکٹر پولیس نے انہی لوگوں کی شہادت پر ان کی تجہیز و تکفین کا حکم دے دیا لیکن چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لڑکیاں زندہ ہیں۔ ان میں اور ڈوبنے والی لڑکیوں میں صرف معمولی مشابہت تھی جس نے ایک جماعت کو دھوکے میں ڈال دیا۔ اسی طرح ایک لڑکے نے ایک دوسرے لڑکے کی لاش شناخت کی تھی اور بہت سے لوگوں نے اس کی شناخت پر یقین کر لیا تھا۔ اس واقعہ کی عام طور پر شہرت ہوئی تو ایک عورت روتی پیٹتی آئی کہ وہ میرا ہی لڑکا تھا۔ لاش کے اوپر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا گیا تو اس کی

اُبھار پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی قوم نے ان کو دبا دیا تو وہ ہمیشہ کے لیے دب جاتے ہیں۔ اگر اُبھار دیا تو ہمیشہ کے لیے اُبھر جاتے ہیں۔ ہجوم میں جو انقلاب عام پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اسی سریان خیال کا نتیجہ ہے

اگرچہ برقی رو اور مسمریزم کی طرح سریانِ خیال کی کوئی توجیہ و تعلیل نہیں کی جا سکتی۔ تاہم وہ ایک فطرتی چیز ہے اور انسان سے لیکر حیوانات تک میں موجود ہے۔ بکریوں کے ریوڑ میں ایک جھڑ یا گھتا ہے۔ ایک بکری اس کو دیکھ کر بھاگتی ہے۔ دوسری بکریوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ مگر بھاگنے میں سب کی سب اس کی شریک ہو جاتی ہیں اردو میں بھیڑ چال ایک عام محاورہ ہے۔ کسی خطرے کی حالت میں ایک گھوڑا ہنہناتا ہے۔ تمام گھوڑوں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں انسانوں میں تقلید کا مادہ بھی اسی سریان خیال نے پیدا کیا ہے۔ سریانِ خیال تم پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ طبی تجارب سے ثابت ہو گیا ہے کہ جب ڈاکٹر پاگلوں کا علاج کرتے ہیں۔ وہ کبھی کبھی خود بھی پاگل ہو جاتے ہیں

سریان خیال کے لئے ایک جگہ مجتمع ہونا بھی ضروری نہیں۔ وہ ایک سیلاب ہے جو خود بخود ہم تک پہنچتا ہے ۱۸۴۸ء میں پیرس میں جو شورش انقلاب ہوئی۔ اس نے چند ہی دنوں کے اندر تمام یورپ کو گھیر لیا

جماعت کے تمام وحشیانہ افعال کا دہی ... ہے انسان کو

جماعت کی دماغی حالت بالکل عورتوں سے مشابہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس قسم کے توہمات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ آج یہ لوگ جو کلکتہ سے بھاگ رہے ہیں۔ وہ اسی سریان خیال کی ایک بہتی ہوئی موج ہیں۔ جماعت میں جو مخصوص اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں ان کا باعث بھی سریان خیال ہی ہے۔ ایک فرد جماعت میں شامل ہو کر دوسرے افراد کی شرکت سے ایک جدید طاقت حاصل کر لیتا ہے جس طرح مسمریزم کا عمل انسان کی اصلی قوت مشاہدہ کو فنا کر کے ایک جدید مشاہدہ پیدا کر دیتا ہے جس سے عجیب وغریب افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح افراد کے باہمی تاثیر و تاثر سے ایک برقی رو پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو سریان خیال یا عدوی کہتے ہیں یہی سریان خیال، جماعت کے عقائد و خیالات اور مقاصد و اغراض کو متحد کر دیتا ہے اور اس سے ایسے عجیب وغریب افعال صادر ہونے لگتے ہیں۔ جو شخصی حالتوں میں بالکل محال تھے اس کے تمام عقائد بدل جاتے ہیں۔ اس کا قدیم نظام اخلاق درہم برہم ہو جاتا ہے اس کے عوارض شخصیہ سلب ہو جاتے ہیں۔ جماعت میں شامل ہو کر بزدل بہادر ہو جاتا ہے بخیل فیاض بن جاتا ہے۔ ضعیف غیر معمولی قوت حاصل کر لیتا ہے مادی اصول کی بنا پر جو چیز جس قوت سے ابھرتی ہے اسی قوت سے دبتی بھی ہے۔ زمانۂ جنگ میں مذہبی عقائد، وطنی جوش، اخلاقی محاسن، ادبی لٹریچر غرضیکہ ہر چیز میں

دنیا کا نظام تو قوائے غیر مشاہدہ ہی کے اشاروں پر چل رہا ہے آفتاب کی حرارت، ماہتاب کی روشنی، دریا کی روانی، ہوا کے جھونکے دنیا کے لئے کس قدر مفید ہیں؛ لیکن کیا یہ ذی شعور ہستیاں ہیں؛ خون مادۂ حیات ہے لیکن وہ ہماری رگوں میں اندھا دھند دوڑتا پھرتا ہے عملی ہضم پر مدار زندگی ہے لیکن قوت ہاضمہ میں خود حس وادراک نہیں ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ قوی دماغوں پر مسمریزم کے عمل کا بہت اثر ہوتا ہے۔ جماعت خود تو ضعیف الدماغ ہوتی ہے اور اس لئے سریان خیال کی زد کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ لیکن اس کا لیڈر ایک بیدار دماغ آدمی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی حس وادراک کو محفوظ رکھتا ہے۔ جماعت سے یہ تمام مفید کام وہی لیتا ہے۔

جماعت صرف کام کرنا جانتی ہے اس کو نفع و نقصان سے بحث نہیں ہوتی۔ عظیم الشان عمارتوں کو مزدور بناتے ہیں لیکن عمارت کا نقشہ دوسرے دماغ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مزدور اس کے حسن و قبح سے ناواقف ہوتے ہیں۔

بہرحال جماعت دماغ رکھتی ہے مگر وہ عقل و شعور سے خالی ہے لیکن یہ ہے کہ جماعت میں داخل ہو کر افراد کی میں ایسا عجیب و غریب انقلاب کیوں پیدا ہو جاتا ہے؛ بظاہر یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے کہ ارسطو کبھی مجنوں بھی ہو جاتا ہے۔ اور

کسی فعل سے صرف [illegible] و ملامت اور روک ٹوک کا خیال باز رکھنا ہے لیکن سریان خیال جماعت کو متحدالافکار بنا دیتا ہے۔ اس لئے محض ایک فرد کسی دوسرے فرد کو روک ٹوک نہیں سکتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جماعت جو کچھ چاہتی ہے کر ڈالتی ہے اور اس کو کسی قسم کی ندامت نہیں ہوتی۔ خود ہر فرد کی قوتِ خاصہ فنا ہو جاتی ہے دوسرے افراد روک سکتے تھے۔ لیکن وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں ایسی حالت میں اندھوں کو کون راستہ دکھا سکتا ہے؟

بعض ڈاکٹروں نے تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ زمانہ جنگ میں تمام قوم بالخصوص فوج ایک طرح کے جنون میں مبتلا ہو جاتی ہے ممکن ہے کہ یہ سریان خیال کی غلط تعبیر ہو یا اس ہیجانِ دماغی نے حقیقی جنون پیدا کر دیا ہے

شاید کسی کو خیال ہو کہ یہ جماعت بہت سے مفید کام بھی کرتی ہے وہ جدید مذہب کی بنیاد ڈالتی ہے۔ قدیم عقائد کو محفوظ رکھتی ہے۔ آزادی کا [illegible] بنیاد رکھتی ہے۔ عزت کا جھنڈا بلند کرتی ہے۔ مظلوموں کی حمایت کے لئے جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتی۔ یہ تمام کام کسی قوت مشاہدہ سے انجام نہیں پا سکتے۔ ان میں تو ایک لازوال روحِ حیات پائی جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کسی عمل کا مفید ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی بیدار دماغ کی قوت فکریہ کا نتیجہ ہے

باب سوم

رسوم و علائم

مشہور جان رائٹ کا قول ہے!

"جنگ میں بجز اس کے اور کوئی فائدہ نہیں کہ وہ لوگوں کو فن جغرافیہ کی تعلیم دیتی ہے"

اس خیال میں اور بون ہارڈی اور پر دشیا کے جنگی مذہب کے اس اصول میں کہ جنگ ایک روحانی مسہل ہے۔ جس کے بعد قوم صاف اور قوی ہو جاتی ہے۔ ہمارے انتخاب کی وسیع گنجائش ہے جنگ، فن جغرافیہ کی تعلیم دیتی ہے۔ اس کے متعلق تو کچھ پوچھنا ہی عبث ہے۔ اسکول کے ایک بدشوق لڑکے کو بھی آج نقشوں اور جغرافیائی حالات سے پوری دلچسپی ہے۔ اس وقت ان کے لئے براعظم یورپ کوئی وسیع خیالی شئے نہیں ہے بلکہ اس طرح ایک حقیقی شئے جس طرح کہ اس کے پڑوس کا فٹ بال کا میدان نقشے اب نقشے نہیں رہتے۔ وہ جنگل۔ دریا۔ میدان۔ شہر اور گاؤں ہو گئے ہیں۔ جہاں سے فوجوں کے کوچ توپوں کی گرج تلواروں کی جھنکار اور ہوا میں

ایک پلید الطبع شخص افلاطون کی خصوصیات ذہنیہ سے متصف ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی متانت، سنجیدگی اور حلم و وقار ضرب المثل ہے۔ لیکن صلح حدیبیہ میں ان کی زبان سے بعض سخت کلمات بھی نکل جاتے ہیں۔

کیا یہ دنیا کا کوئی مستثنیٰ واقعہ ہے؟ کیا یہ کسی مادی اصول کے تحت میں داخل نہیں ہو سکتا؟ دنیا جن موثرات خارجیہ سے لبریز ہے اور وہ دنیا پر جس طرح جابرانہ حکومت کر رہی ہیں۔ ان کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد یہ انقلاب "نظام مادی کے تحت میں آسکتا ہے وہ کتنا ہی عجیب و غریب ہو۔ لیکن کوئی معجزہ نہیں ہے جس کی تعلیل و توجیہہ نہ کی جا سکے۔

حلیفوں (دُوَل متحدہ فرانس، روس و انگلستان وغیرہ) کے مقابلہ میں جرمنی کو خشکی میں فتح ہو سکتی ہے۔ مگر تری میں ش) ... قرین قیاس ہے۔
فرض کرو کہ ایسا ہوا تو اس کا سیاسی نتیجہ کیا ہو گا؟ جہاں تک فرانس کا تعلق ہے یہ نتیجہ اس ... سخت ... ثابت ہو گا پرنس بسمارک کا قول تھا کہ "میں فرانس کے بیڑے سے پیرس میں لڑوں گا"۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ ایک دفعہ خشکی میں فرانس کا مالک ہو جائے۔ تو پھر فرانس ... ی بیڑا کس شمار میں رہے گا؟ فرانس کے متعلق یہ قول اب تک بالکل صحیح ہے۔ لیکن انگلستان کے متعلق نہیں جب تک ہمارا سمندر پر قبضہ ہے اس وقت تک اس براعظم (یورپ) میں کوئی آفت ہمیں گھٹنوں کے بل نہیں جھکا سکتی۔ لیکن اگر ہم کو خشکی پر ش) ... ملی تو اس کا خمیازہ ہمیں تنہا نہیں بھگتنا پڑے گا اس ... میں بلجیم اور فرانس بھی آجائیں گے (میں اس باب میں روس کو ابھی نظرانداز کر دینا ہوں)

کیا سمندر میں ہماری فتح سے جرمنی کی ساحلی کامیابی میں توازن پیدا ہو جائے گا؟ کیا ہمارے بیڑے کا خطرہ جرمنی کے لئے اتنا ہی کچل ڈالنے والا ہو گا۔ جس طرح کہ جرمن فوجوں کا خطرہ فرانس کے لئے؟ بالفرض ایسا نہ ہوا تو ہماری پوزیشن اس وقت غیرمعمولی طور پر مشکل ہو جائے گی ممکن ہے کہ ہماری فوجیں صحیح و سالم اور غیرمجروح ہوں۔ مگر ہمارا حلیف (فرانس) تو اتنا پسے گا کہ اس کا کام ہی تمام ہو جائے گا ہم جرمنی کو

کے ہنگامے کی آواز آتی ہے۔ اب میں نہیں رہتا ہوں۔ بلکہ "والجیس" اور "اڈینس" میں ہوں۔ میں دریائے "می یوز" کے پیچ وخم کو جس قدر جانتا ہوں: اس قدر دریائے ٹیمس کو بھی نہیں جانتا۔ حالانکہ میں نے طفلی کی پہلی آنکھ اسی پر ڈالی تھی۔

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آنکھ بند کئے معرکے کے وسیع خط کے برابر برابر چلا جا سکتا ہوں۔ میرے یمین و یسار آبادی کی جگہ موت اور زندگی کے کاروبار کی جگہ و... ہلاکت کا سناٹا ہے اور سامنے چند ہفتوں کے ہنگامے سے پیدا ہونے والے وہ نتائج جن کو صدیوں تک دنیا پر حکومت بخشی گئی ہے۔

ہمارے دامن خیال کو صرف وہی رقبے نہیں پکڑے ہوئے ہیں جہاں جنگ برپا ہے۔ اب تو تمام یورپ کے نقشے میں ایک مستغرق دلچسپی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت یہ براعظم (یورپ) ایک معدنی ٹکڑے کی طرح آگ پر پگھل رہا ہے۔ جو آئندہ نقشہ اس ... کے نتائج کو اپنے اندر قلم بند کرے گا۔ اس کے متعلق ہم اس وق... صرف قیاس ہی کر سکتے ہیں۔

یہ مسئلہ اس لئے پیچیدہ ہے کہ ممکن ہے نتیجہ ذوجہتین ہو یعنی دونوں پہلو رکھتا ہو۔ فتح و ... ایک ساتھ ظہور کرے اور ہر فریق فتح یاب بھی ہو اور شکست خوردہ بھی۔ اس کا ایک ہاتھ جوشِ مسرت سے اور دوسرا تاسف سے لرز اٹھے۔

السیس لورین کا الحاق تھا۔ یہ بسمارک کی غلطی نہ تھی بلکہ جرمنی کے حامیان جنگ کی۔ اس لئے آئندہ جب فیصلے کا وقت آئے تو کمرے کے اندر ان حامیانِ جنگ کو گھسنے نہ دینا چاہیے۔ ہمیں وہ وقت دیکھنے دو جب جرمن کے پاس السیس لورین نہ رہے۔ جس سے انتقام کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں۔ ہماری جنگ قیصر اور قیصریت (یعنی قیصر کے رفقاء وعزائم) کے مقابلہ میں ہے۔ ہمیں جرمنی کو تباہ کرنے کا ارادہ نہ کرنا چاہیے کہ بہرحال جرمنی کو اپنے داخلی امور کے تصفیہ کے لئے اکیلا چھوڑ دیں (بشرطیکہ وہ چھوڑ دے (الہلال)

جرمنی کی شکست کی صورت میں ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ آئندہ کیا ہوگا؛ جو عمارت کہ بسمارک نے خون اور لوہے کے زور سے تیار کی تھی وہ منہدم ہو جائیگی۔ جیسا کہ ہمیشہ خون اور لوہے کی بنائی ہوئی چیز کا حشر ہوا ہے "ہنوہیز ولرنس" یوربونس کے ردی انبار میں مل جائے گا۔ نپولینس اور بویریا وغیرہ جرمن ریاستیں پروشیا کی مبغوض حکومت کو ہمیشہ ... دیں گی۔ وہ جرمن شاہنشاہی میں بجبر داخل کی گئی تھیں اور جو لوگ اس ملک کے وہاں کے زندہ دل اور مہربان باشندوں کو جانتے ہیں انہیں اس میں ذرا بھی شک نہ ہوگا کہ یہ ریاستیں بغیر کسی افسوس کے اس شاہنشاہی سے علیحدہ ہو جائیں گی۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ملک جنوبی جرمن اتحاد کا سرخیل ہو جائے گا۔ کیونکہ ریاستہائے بیڈرین ولمس برگ وغیرہ کے باشندوں میں ویسی ہی آزادانہ اور فیاض

جس قدر سمندر میں پائیں گے ۔ اسی قدر وہ سواحل کی طرف فرانس پر اپنے شکنجے کا پیچ کسے گی ۔ اس صورت میں اگر ہم اپنے ہائینڈ کو یکسر تباہی سے بچا سکیں گے تو صرف اس قدر کہ سمندر میں اپنی فوقیت اور برتری سے دست بردار ہو جائیں ۔

کیا یہ قرین قیاس ہے ! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم فرانس کو بچانے کے لئے اپنے تئیں ایسی شرائط کے حوالہ کر دیں ۔ جو ہمیشہ کے لئے ہمیں جرمنی کا محکوم بنا دیں ؟ صورت حال کی یہ ایک خطرناک شق ہے ۔ اس انتخاب کی جان کنی سے بچنے کے لئے خشکی پر فتح ضرور کا ہے ۔ اگر ایسا نہ ہوا تو آئندہ نقشۂ یورپ برلن میں بنے گا ۔ جرمنی ۔ انٹورپ (بلجیم) سے لے کر قسطنطنیہ تک کو اپنا مرکب بنائے گی ۔ اور جو اسکینڈ۔ یونیسن ۔ ایبرین اور اٹالین جزیرہ نما کے سرحد پر واقع ہیں ۔ وہ اس خداوند جنگ (وار لارڈ) کے جاگیردار ہوں گے ۔ تب قیصر تمام یورپ کا مالک ہوگا ۔ مگر ہائے المی ! اس وقت تیرا کیا حشر ہوگا ؟

لیکن اگر جرمنی کو شکست ہوئی تو اس وقت یورپ کا کیا ہوگا ؟ ایک بات یقینی ہے " السیس " اور " لورین " فرانس کو واپس مل جائیں گے اور اسٹراس برگ کی شکل پیلیس مدڈی کونکورڈ میں ایک مُردہ کی طرح ماتمی لباس میں نہ ہوگی بلکہ دُلہن کی طرح پھولوں سے لدی ہوئی !

کہتے ہیں کہ ۱۸۱۷ء میں جرمنی نے جو مہلک غلطی کی تھی وہ

جب ہم اس بیڑے کی حمایت کو جرمنی میں مٹاتے ہیں تو کہیں ہم خود انگلستان میں اس پر زین کس کے سوار نہ ہو بیٹھیں۔ کیونکہ ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کشاکش کے پیچھے اصلی تنقیح محض نقشہ نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور گہری شے۔

اصلی تنقیح آزاد ملکی سرحدیں اور قومی حوصلے ہیں۔ یہ اصلی تنقیح دراصل ایک سوال ہے کیا استبداد جس کی بنیاد عسکریت اور مخفی سیاست پر ہے اور جس کی پشت پناہی اسلحہ کی مخفی سازش کرتی ہو، اس کو مالک ہونا چاہیئے یا اُس جمہوریت کو جو ہر طرح سے آزاد ہو"؟

ہم جانتے ہیں کہ اب یورپ میں مدنیت اور بربریت۔ اعتماد اور بارود کے نل، عسکریت اور حریت ایک ساتھ نہیں رہ سکتی پہلی چیز کو یا دوسری کو۔ غرضیکہ دونوں میں سے کسی ایک کو رخصت ہونا چاہیئے یہ فیصلہ کرنا جنگ اور اس کے بعد کے فیصلے کا کام ہے کہ کون سی چیز نابود ہو؟ اگر ڈپلومیٹ گروہ نے فیصلہ کیا تو قدیم طریقہ پھر زندہ ہو جائے گا اور حریت ہلاک ہو جائے گی۔ فیصلہ اقوام کی رائے سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ پھر اس سے کوئی اُمید نہیں رکھی جا سکتی۔

آیئے پھر نقشۂ یورپ پر ایک نظر ڈالیں! اب مثنیٰ شاہنشاہی (آسٹریا۔ ہنگری) کا خیال فضول ہے۔ اب یہ خیالی صورت رخصت ہو جائے گی۔ ایک بڑے ڈپلومیٹ کا قول ہے کہ آسٹریا فی الواقع

روح ہے جیسی کہ خود اس میں ہے۔ خود پرشیا بھی حامیان جنگ کے مظالم سے نجات پا جائے گی۔ تو پرشیا کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم پرشیا کے لوگوں سے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اُس کے نظام سے لڑ رہے ہیں۔

اس کا نام اُس کی جمہوریت کے لئے بھی اُسی قدر نفرت انگیز ہے جس قدر ہمارے لئے۔ اگر ان میں فرانسیسیوں کی سی خوفناک انقلابی روح ہوتی۔ تو کب کے وہ اس ملعون شے (نظام جنگجو) کو صاف کر چکے ہوتے۔ عمدہ دماغی اوصاف کے باوجود ان میں آزادی کے لئے عظیم الشان جذبہ کی کمی ہے۔ اُن کے اشتراکین (سوشلسٹ) فوج در فوج انتخاب کے وقت پول میں (پول ایک مقام ہے جہاں چھٹی ڈالی جاتی ہے) پہنچے مگر کچھ نہ کر سکے۔ اس کا نظام ان اشتراکیوں کا گلا دبائے ہوئے ہے اور آج خوفناک سختی کے ساتھ اس کی مدافعت میں وہ کام آ رہے ہیں۔ جس سے وہ بھاگتے تھے حالانکہ اُن کو جاننا چاہیئے کہ فتح اس ظلم کو اور زیادہ کر دے گی اور شکست ہی اس سے نجات پانے کا تنہا راستہ ہے۔

اس جنگ کی عجیب و غریب پیچیدگیوں میں ایک پیچیدگی کو یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ قوموں کی جنگ نہیں ہے بلکہ ان کے نظاموں اور اصولوں کی لڑائی ہے پرشیا کی طرح ہمارے یہاں فوج اور بحری بیڑے کے حامی موجود ہیں اس لئے ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ

جو حالت ہے، اس حالت میں وہ قدیم بربریت و وحشت کا ایک نہایت ہی قوی پنجہ ہے۔ اور اس کی وجہ سے تمدن ایک قاتل و سفاک گرفت کے عالم میں ہے۔ جس قدر جرمنی کو ہم گھٹائیں گے اسی قدر روس کو بڑھانا پڑے گا اور روس کو بڑھانا استبداد تنظلم کو تقریب دینا ہے۔ جو اپنی ایڑی کے نیچے تمام مظلومانِ روس، پولینڈ، فن لینڈ، بخارا، ترکستان، ایران اور یہودیوں کو دبائے ہوئے ہے

روس کے خوف سے نکلے ہوئے ہمیں ابھی صرف نصف صدی ہی ہوئی ہے۔ اس امر کے یقین کرنے کی کیا وجہ ہے۔ کہ جب جرمنی نہ ہوگی تو پھر یہ خوفِ عظیم دوبارہ زندہ نہ ہوگا۔ ہندوستان جہاں پہلے تھا ابھی تک اسی جگہ پر ہے اور روس اس سے پہلے کی نسبت اور قریب ہے۔ جرمنی کی طرح روس کے لئے بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ ہم روسی قوم سے نہیں ڈرتے بلکہ روسی نظام سے ڈرتے ہیں۔

"من از عقرب نمی ترسم ولے از نیش می ترسم"

کیا ہم کو امید ہے کہ یہ خطرہ دور ہو جائے گا؟ ایک ہفتہ قبل تک تو ذرا بھی امید نہ تھی۔ مگر اس اثنا میں زارِ روس نے روسی پولینڈ سے اندرونی خود مختاری دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے۔ لیکن درحقیقت... کسی فیاضی سے نہیں بلکہ محض ضرورت کے مجبور کن استبلار سے وقوع میں آیا ہے پولینڈ میں انقلاب کے برپا ہو جانے کے خطرہ کے ساتھ روس میدان جنگ میں کیسے جا سکتا تھا

موجود ہی نہیں ہے۔ وہ ایک مصنوعی شے ہے۔ جو ایجاد کی گئی ہے اس کا جواب ایک دوسرے ڈپلومیٹ کے الفاظ میں دیا جا سکتا ہے "میں ایسی ضرورت کا قائل نہیں"۔

یورپ کے نقشے میں آسٹریا، ہنگری سب سے زیادہ مصنوعی مخلوق ہے۔ نہ اس میں زبان کا اتحاد ہے، نہ قومیت کا، نہ تہذیب کا۔ نہ اعتقاد کا اور نہ ہی مطمح نظر ایک ہے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے۔ جو اس لئے بیٹھ جائے گی کہ اس کی کوئی مستقل بنیاد نہیں ہے۔ آسٹریا جرمن اتحاد کا ایک رکن بن سکتی ہے۔ ہنگری خود مختار ہو سکتی ہے جنوب کے سلافی سردیائے عظمیٰ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ سردیا مانٹی، نگروں کے ساتھ مل کر اپنی اس نسلی اور ملکی ہم جنسی کو پھر حاصل کر سکتی ہے جو اس نے چھ برس ہوئے ترکوں کے ہاتھوں میدان کسود (قصوہ) میں کھوئی تھی۔ اطالیہ واقعی جنوبی "ٹرائل سے لے کر" ٹرایسٹ" تک لینا چاہتی ہے اس طرح ایک نسل کے اوراقِ پریشان کی پھر شیرازہ بندی ہو جائے گی۔ مگر "پولش آسٹریا" (پولینڈ کا وہ حصہ جو آسٹریا میں شامل ہے) باقی رہ گئی ہے۔ جو اس حساب میں سب سے زیادہ ناقابل عمل عدد ہے۔ ہم روس کے ساتھ مل کر لڑ رہے ہیں اور روسی اسلحہ کی فتحیابی کے لئے اسی جوش وخروش سے دعا کرتے ہیں۔ جس طرح کہ خود اپنے لئے۔ مگر اس ہنگامی رفاقت کی وجہ سے ہمیں واقعات کے حق میں اندھا نہیں جانا چاہیئے روس کی اس وقت

فن لینڈ اپنے شاندار باشندوں اور تعجب انگیز تہذیب کے ساتھ زار کے دارا ... کے پھاٹک پر خونچکاں پڑا ہے اس کی آزادی رخو ... ہو چکی ہے۔ اس کے نرخ قید خانے میں ہیں اس کی اُ ... یں جان کنی میں تڑپ رہی ہیں۔ ہاں، اس بدبخت فن لینڈ کو بھی داخلی خود مختاری ملنی چاہیئے اور اسی وقت ملنی چاہیے (اس دروازے کے کھلنے کے منتر اور بھی ہیں) یہ زار کے لئے بہت بڑا موقع ہے۔ جب وہ بچہ تھا تو انگریزی خیالات کے اثر سے ایک بار چیخ اٹھا تھا۔

"آہا! عوام کا بادشاہ ہوتا!"

وہ افسوسناک طور پر ناکام ہوا۔ مگر اس کی ناکامی استبداد کی وجہ سے نہیں ما بلکہ قوت ارادی کے فقدان کی وجہ سے ہوئی۔ ورنہ اس کے لئے مواقع بہت تھے اور اس وقت بھی ایک زرّیں موقع اسے حاصل ہے اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ جرمنی کو شا) ... ہوگئی تو روس دنیا کے ان تین شہنشاہوں میں سے ایک ہوگا۔ جو اس عالمگیر کشاکش کے بعد رہیں گے۔ ان میں وہ آخری مطلق العنان و ... بادشاہ ہوگا یہ پالیسی کی ... سے بڑی ضرب اور ... سے بڑا انصاف ہوگا۔ جو آج تک کبھی نہیں ہوا۔ اس نازک حالت میں یہ ... کے لئے ضعف کا نہیں بلکہ قوت کا سرچشمہ ثابت ہوگا اور روس کو معلوم ہوجائے گا کہ آزاد شاہنشاہی ... کا ... سے بڑا طلسم ہے۔

مگر یہ (یعنی فن لینڈ کی خود مختاری) اس سے بھی بڑھ کے کام

خیر ہم کو اس مقصد میں مناقشہ کی ضرورت نہیں۔ اگر اس وعدہ کا ایفا ایمانداری سے کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ پولینڈ جس کو فریڈرک نے پرو شیا۔ روس اور آسٹریا میں تقسیم کیا تھا۔ اب پھر متحد ہو جائے گا اور تاریخ کا ایک عظیم الشان گناہ ڈیڑھ صدی کی ظالمانہ غلط کاری کے بعد مٹا دیا جائے گا۔ آسٹریا، ہنگری کی مصنوعی شہنشاہی یورپ کے نقشے سے ناپید ہو جائے گی، اور پولینڈ کی سلطنت، نسل، تہذیب اور اعتقاد کے اتحاد کے ساتھ وسط یورپ میں پھر ظاہر ہو جائے گی۔

ہم نے کہا ہے کہ اگر یہ روس شاہی وعدہ ایمانداری کے ساتھ پورا کیا گیا۔ حالانکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس وقت سے پہلے بھی یہی وعدہ ایسے ہی حالات میں کیا جا چکا ہے جو موجودہ حالات سے بالکل غیر مشابہ نہ تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم کو زار روس کے کمزور کیریکٹر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ جو عمدہ جذبات سے استقامت کے ساتھ اثر قبول کرنے میں بالکل عاجز ہے۔ جب تک استبداد باقی ہے اس وقت تک ہم اس وعدہ کو مضبوط نہیں سمجھ سکتے البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے حلیفوں کا نفوذ واثر کچھ کام آئے۔

اگر پولینڈ زار روس کی سیادت میں آزاد ہو گیا، تو کیا ہم یہ اُمید رکھ سکتے ہیں کہ زار ایک قدم اور آگے بڑھے گا؟ فن لینڈ حیرت انگیز

اصلی خوف دولت عثمانیہ اور یونان کے باہمی مخفی مشکلات کا ہے۔
اگر جرمنی فتحیاب ہوگیا۔ تو یہ مشکلات ترقی کریں گے۔ کیونکہ دولت
عثمانیہ کی نظریں برلن کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوں
گے کہ دولت عثمانیہ کا خاتمہ ہوجائے۔ اور بدقسمتی سے ہندوستان
کے مسلمانوں میں عظیم ردّعمل پیدا ہوجو کیتھولک عیسائیوں کی طرح
ایک غیر ملکی وفاداری رکھتے ہیں۔ جس کا شخصی مرکز سلطان عثمانی ہے
کہتے ہیں کہ جب "آسٹرلچ" کی خبر مشہور سیاسی کیبر ٹیٹ" کو ملی
تو اس نے یورپ کے نقشے کی طرف اشارہ کرکے کہا :۔
اس کاغذ کو تہ کردو۔ اب ان دس سالوں میں اس کی ضرورت
نہیں پڑے گی۔ آج ایک سو دس برس کے بعد پھر لوپ یٹ کے نقشہ کو تہ
کر رہے ہیں۔ ہم اس کے خطوط کو خون کے دریا میں مٹا رہے ہیں۔ ہم کو
خیال رکھنا چاہیئے کہ جب ہم آئندہ نسلوں کے لئے نیا نقشہ بنانے بیٹھیں
تو فریڈرک ولیم کی طرح (اپنی تلواریں) نقشہ نہ بنائیں۔ اگر ہم نے ایسا
کیا تو ہم اس عالمگیر جنگ سے ایک دوسری عالمگیر جنگ کی تیاریوں
کے لئے نکلیں گے۔ ان سرخ سمندروں سے جو یورپ ڈھل کر نکلے
اسے انسانوں کا یورپ ہونا چاہیئے۔ نہ کہ شطرنج بازوں کے حلئے ایک
نئی بساط۔ ہم کو یہ کہنا چاہیئے کہ اب کبھی ایسے خوف کا وقت ہم پر نہیں
آئے گا۔ اور کوئی بھی دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے
اپنے تئیں مسلح نہ کر سکے گا۔ یورپ کی نگرانی ایک طاقت کے

کرے گی۔ اس کا اثر ناروے اور سویڈن پر گہرا پڑے گا جس قدر ہم جرمنی سے خوف کھاتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ [illegible] روس سے ڈرتی ہیں۔ سویڈن ناطرفدار ہے اور رہے گا۔ اس نے ان، روسیوں کے ساتھ تعجب انگیز فیاضی کا سلوک کیا ہے۔ جو اسٹاک ہالم (سویڈن) کی راہ سے بھاگ کے روس گئے ہیں اور اس حُسنِ سلوک کے معاوضہ میں زار نے اس کا احسان مندانہ شکریہ ادا کیا ہے۔ اگر روس نے فن لینڈ کو آزاد کردیا تو سویڈن کے تمام خوف غائب ہوجائیں گے اور روس یورپ کی خیراندیشی کے ساتھ اپنے کام کی طرف بڑھ سکے گا۔

اگر وہ دانش مند ہے تو قیصر کی ناکامی سے عبرت حاصل کرے گا اور فر[illegible] کے آخری لمحوں کو ضائع کر دینے کی جگہ تمدّن سے اپنا معاملہ صاف کر لینے میں صرف کرے گا۔

آخر میں جزیرہ نمائے بلقان ہے۔ روسی اثر وہاں غالب ہوگا لیکن جنگ کے نتیجۂ ثانی کی حیثیت سے ہم بجا طور پر یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہاں یہ [illegible] سابق عمدہ روح پھیلے گی۔ سردیا۔ آسٹریا ہنگری کی شہنشاہی کی غنیم[illegible] اور دریا کی طرف راستہ حاصل کر سکے مقدونیہ میں بلگیریا کے لئے [illegible] مزاج بن جائے گی۔ اور قدیم بلقانی اتحاد مع رومانیہ کی شرکت کے لئے اب کی مرتبہ سابق سے زیادہ مبارک سرپرستی میں قائم ہوگا۔

باب چہارم

علائق و روابط

اسلامی غزوات اور جدید دور تمدن کی لڑائیوں میں روحانی اور مادی مقاصد نے جو حد فاصل قائم کردی ہے۔ اس کو دور جدید کے مصارف جنگ اور بھی زیادہ نمایاں کر دیتے ہیں۔ ہم نے کتب حدیث و سیر میں بارہا پڑھا ہے کہ ایک مقدس وجود اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اٹھا ہے۔ اور اس مقصد جلیل کی تکمیل میں اس کی ایثار نفسی نے صرف ایک لقمۂ خشک پر قناعت کی ہے۔ ہم کو اس مقدس گروہ کا حال بھی معلوم ہے۔ جس کو اس پاک مقصد کی اشاعت کے لئے راستے میں درخت کی پتیاں چبانی پڑیں۔ اور اس نے خوان ہائے نعمت سے سیر شکم اور زرہ و جوشن سے آہنی جسم بن کر لڑنے والوں کو صدائے تکبیر کی ایک گرج میں بے دم کر دیا کانھم بنیان مرصوص ایسے ہی فاقہ مستوں کا وصف ہے۔ یہ حال تھا لیکن موجودہ لڑائیاں دنیا کے لئے ایک ایسی لعنت ہیں جو جان و مال دونوں کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ اعلان جنگ کے ہوتے ہی سب کے ساتھ

ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ اور طاقت تمام دُوَل کے قائم مقاموں کی ایک منظم جماعت کے ہاتھ میں ایک قوم کا حملہ دوسری قوم پر تمام قوموں کا جرم سمجھا جائے اور سب مل کر اسے سزا دیں۔

اس وقت ہمارے فرزند اس خوفناک وقت کو احسان مندی کے ساتھ یاد رکھیں گے۔ اور ان کو ہمارے اس عالم قتل و غارت میں اپنے بہتر دن کی صبح نظر آئے گی۔

یہ طویل اقتباس اس مقصد کو واضح کرنے کے لئے دیا ہے کہ غیر مسلم جنگ بازوں کے ظاہری و باطنی ارادوں و نظریات کی تفصیل سامنے آجائے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کے نام لیواؤں کے نزدیک جنگ کا مقصود بُرائی کا قلع قمع اور نیکی کی ترویج ہوتا ہے۔ اور اُن کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

نام جنگ	سنہ	نقصان جان	نقصان مال
جنگ روس وٹرکی (پلیونا)	۱۸۷۷		
جنگ امریکہ وسپین	۱۸۹۸		۲۵۹ ملین گنی
جنگ ٹرانسوال	۱۸۹۹-۱۹۰۲	۲۸۷۰۰	۲۷۰۰ " "
جنگ روس وجاپان	۱۹۰۴-۱۹۰۵	۴۸۵۰۰۰	۵۰۳ " "
جنگ بلقان کے مختلف فریق			
جنگ بلگیریا		۱۴۰۰۰۰	۰۰۹۰ " "
" سرویا		۰۷۰۰۰۰	۰۰۵۰ " "
" یونان		۰۳۰۰۰۰	۰۰۲۵ " "
" مانٹی نیگرو		۰۰۸۰۰	۰۰۰۱ " "

میزان ۳۸۵۲

جنگ بلقان کے زمانے میں دولت عثمانیہ کے نقصانات کی اگرچہ صحیح تفصیل معلوم نہیں ہے۔ تاہم اس میں شبہ نہیں کہ لاکھوں سپاہیوں کی جانیں ضائع گئیں۔ تمام سامان جنگ برباد ہوگیا۔ اور مصارف جنگ کی تعداد کم از کم ۸۰ ملین گنی تک پہنچ گئی (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے)

جرمنی انگلستان وفرانس کے ساتھ ایک مدت سے آمادۂ پیکار تھی۔ اس لئے وہاں کے علمائے اقتصاد ورجال حرب نے پہلے ہی سے

ہی یورپ کا اعلیٰ ترین علم الاقتصاد صاف جواب دے دیتا ہے کہ وہ امن وصلح کے زمانے کا ایک خواب تھا۔ جس کو اب بالکل بھلا دینا چاہیئے۔

خوش قسمتی سے یہ دولت جو زمانۂ جنگ میں نہایت بیدردی کے ساتھ صرف کی جاتی ہے۔ وہ خون کی طرح بالکل ہی بہہ نہیں جاتی بلکہ صفحۂ قرطاس پر نقش ونگار کی صورت میں اپنی یادگار بھی چھوڑ جاتی ہے اور اس نقش خونیں سے ہم اس زمانے کے مصارف جنگ کا ایک ہولناک نقشہ مرتب کر سکتے ہیں۔ دوران جنگ میں ملک کی اقتصادی حالت کو مختلف غیر معین طریقوں سے جو نقصان عظیم پہنچتا ہے۔ اس کے اندازہ کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لیکن لڑائیوں کے مصارف عظیمہ اور نتائج محزنہ والیمہ کا مکمل نقشہ پیش کیا جا سکتا ہے

یورپ میں جنگ کریمیا کے زمانے سے آج تک جو لڑائیاں ہوئیں اور ان میں جان و مال کا جو نقصان ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے :-

نام جنگ	سنہ	نقصان جان	نقصان مال
جنگ کریمیا	۱۸۵۴	۷۸۰۰۰۰	۳۴۰ ملین گنی
جنگ آزادی			
غلامان امریکہ	۱۸۶۱-۱۸۷۱	۸۰۰۰۰۰	۱۴۰۰ " "
جنگ فرانس و جرمنی	۱۸۷۰-۱۸۷۱	۸۵۳۰۰۰	۵۶۰ " "

لیکن آج ایک سپاہی کا روزانہ خرچ ساڑھے سات روپیہ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ جنگ ٹرانسوال میں تو انگریزوں کو فی سپاہی ایک گنی تک صرف کرنا پڑتا تھا۔

آسٹریا کے وزیر جنگ نے ۱۹۱۰ء میں بیان کیا تھا کہ زمانۂ جنگ میں ایک آسٹرین سپاہی کا خرچ روزانہ ساڑھے سات روپیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ بیوہ عورتیں، یتیم بچے، ہتھیار اور رسد کی فراہمی کا صرفہ اس کے علاوہ ہے۔ اس بنا پر اگر ۲۰ لاکھ فوج چھ ماہ تک مسلسل سرگرم پیکار رہے تو اس پر ۱۸۰ ملین گنی صرف کرنا ہوگی۔

یورپ میں ... سے تازہ ترین اور عظیم الشان جنگ۔ فرانس اور جرمنی کی لڑائی خیال کی جاتی ہے۔ یہ جنگ مہاجنوں کی توقعات کے خلاف قائم ہوگئی تھی۔ اس بنا پر ان کو تاوان اٹھانا پڑا۔ ۱۸۷۰ء ... ابتدائی جنگ میں فرانسیسی بنکوں کی شرح قرض ۷۲ فی صدی تھی۔ لیکن اعلان جنگ ہونے کے ساتھ ہی دفعتاً بازار نرخ گر گیا اور شرح قرض ۶۶ فی صدی تک اتر گئی۔ جنگ کے ساتھ ساتھ شرح قرض کا یہ تنزل بھی برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ واقعہ ... سیدان کے بعد ۵۳ تک پہنچ گیا۔ اور اس کے بعد نوٹوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ قریب قریب بالکل رک گیا۔ اگر کسی کو اس کی ضرورت پیش آتی تھی تو نقد قیمت ادا کرتا اور سخت نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔

فرانس کے بنکوں سے ۹ جون ۱۸۷۰ء تک کی مختصر مدت

اس کے مصارف ۱۹۰۲ء کا ایک تخمینہ لگایا ہے ۔ علم الاقتصاد کے ایک مشہور جرمن عالم کا خیال تھا کہ جب حکومت جرمنی دوسری سلطنتوں کے ساتھ دست و گریبان ہوگی، تو اس کو جنگ سے پہلے ۶ ہفتوں میں فوج اور جنگی جہازوں کے مصارف ۶۰ ملین گنی کی ضرورت پڑے گی ۔ اس کے علاوہ رسد وغیرہ کے مصارف ۵۰ ملین گنی سے کم نہ ہوں گے ۔ خوف و بے اطمینانی کی وجہ سے عام تجارت اور ملکی بازاروں کا جو نقصان ہوگا ۔ اس کی وجہ سے بھی ساڑھے بارہ ملین گنی کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

چنانچہ آج وہ منتظرہ جنگ شروع ہوگئی ہے اور جرمنی کے حملے پر چار ہفتے گزر چکے ہیں ۔ اب مندرجہ بالا تخمینے سے اس ہولناک نقصان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ جو اس جنگ میں اب تک صرف جرمنی کو پہنچا ہوگا دوسری حکومتیں ابھی باقی ہیں ۔ اگر جنگ نے طول پکڑا تو عالم انسانیت کے اس نقصان کا آخری میزان کیسا ماتم انگیز ہوگا جو محض چند مغرور انسانوں کے فتنہ و فساد اور جوعِ سیادت سے کرۂ ارضی پر عالمگیر ہو رہا ہے۔

آج ۴۰ سال سے تمدنی ضروریات بہت بڑھ گئی ہیں ۔ اور بڑھتی جاتی ہیں ۔ موجودہ دورِ تمدن میں انسانی زندگی نہایت گراں قیمت ہو گئی ہے جس کا اثر مصارف جنگ پر بھی شدت کے ساتھ پڑا ہے ۔ ۱۸۷۰ء میں جرمنی اور فرانس کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی ۔ اس میں جرمنی کو فی سپاہی ۵ روپیہ اور فرانس کو ساڑھے ۵ روپیہ روزانہ صرف کرنا پڑتا تھا

یہ تھی کہ دورانِ جنگ میں جاپانی قوم اور جاپانی سلطنت اپنی تمام ضروریات
کو ملکی ساخت کی چیزوں سے پورا کرتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا
تھا کہ روپیہ بنک سے نکل کر ملک کی جیب میں آجاتا تھا۔ اور ملک
کی جیب سے نکل کر خزانہ سلطنت کو پُر کر دیتا تھا۔ خزانۂ
سلطنت اس کو بنکوں میں منتقل کر دیتا۔ اور اس طرح جو کچھ
بنکوں سے برآمد کیا جاتا تھا۔ وہ پھر پھر کر پھر دوبارہ انہیں میں
داخل ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ کہ اس طویل زمانہ میں
جاپانی بنک کو صرف ایک ملین گنی کا خسارہ اٹھانا پڑا۔ جو تاریخ
جنگ میں ہمیشہ اسکے لئے کارنامہ فخر رہے گا۔

جاپان کی حکومت نے اضافہ نرخ اشیاء کو بھی نہایت سختی
کے ساتھ روک دیا تھا۔ اس لئے حکومت کا سرمایہ حکومت
ہی کے خزانے میں محفوظ رہا۔ اور اُس سے وہ نکل کر تاجروں کے
خزانہ کا جزو نہ بن سکا۔

مالی بازار پر جنگ کا اثر بلقان کی آخری لڑائی سے ظہور پذیر ہوا
ہے۔ جب ریاست ہائے متحدہ بلقان نے اخیر ستمبر ۱۹۱۲ء
میں فوجی تیاریاں شروع کیں تو برلن اور وائنا کے بنکوں پر اوّل اکتوبر
ہی میں اس کا اثر پڑ گیا اور رفتہ رفتہ پیرس کے
بنکوں تک متعدی ہوا۔ لیکن جب مانٹی نگرو نے بھی جنگ کے
لئے ہتھیار اٹھائے، تو پیرس، برلن اور لندن کے بنکوں کا سنگ

میں جو رقم نکالی گئی، اس کی تعداد ۳۴ ملین گنی تھی۔ اعلان جنگ کے وقت پروشیا کے خزانے میں ۴۵۰۰۰۰۰ گنی موجود تھیں اور اس نے قرض بھی لینا چاہا تھا۔ جس کی قیمت ۱۸ ملین تک تھی۔ لیکن اس مدت میں دو ملین سے زیادہ جمع نہ ہو سکا۔ اور پروشیا کی منڈیوں کا نرخ ۹۳ سے گر کر ۷۷ تک پہنچ گیا۔ قومی کمپنیوں کے حصے بھی ۴۰ فی صدی ملین تک کم ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد پرنس بسمارک نے خود کہا تھا کہ "اگر ساڑھے چار ملین گنی خزانۂ سلطنت میں نہ ہوتیں تو جرمن دو دن بھی فرانس سے نہیں لڑ سکتے"۔

فتح کے بعد بسمارک نے ۵ لاکھ ملین گنی کا تاوان جنگ طلب کیا تھا۔ لیکن آخر میں دو لاکھ ملین گنی پر راضی ہو گیا۔ فرانس نے یہ رقم خطیر دو سال کی مدت میں ادا کی اور اس کی وجہ سے یورپ کے مالی بازار میں دفعتاً جھاڑ دپھر گیا۔

زمانہ جنگ روس وجاپان میں مالی تحفظ کے لئے جاپان نے جو اہتمام اور تیاریاں پہلے سے کی تھیں، وہ اس کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئیں۔ چنانچہ جاپان نے اعلان سے پہلے ہی ۱۱۶۹۶۰۰ گنی کی رقم خطیر نبک میں جمع کر لی تھی۔ روس کے نبک اور امانت کے خزانہ کا کل سرمایہ ۱۰۵۰۰۰۰۰۰ گنی تھا۔ لیکن اختتام جنگ پر جاپان کے خزانے میں ۱۰۴۴۴۳۰۰۰ گنی باقی رہ گئی۔ حالانکہ وہ جنگ پر دو لاکھ ملین گنی صرف کر چکا تھا۔ اس مالی فائدوں کی وجہ صرف

آخر ۱۹۰۹ء ، ۱۹۱۰ء

نام بنک	سرمایہ اصلی	اضافہ	اضافہ کی مجموعی تعداد
بنک آف انگلینڈ	۲۸۲۲۵۰۰۰	۳۰۲۶۲۰۰۰	۹۵۵۸۰۰۰
امپیریل بنک آف جرمنی	۲۲۳۲۵۰۰۰	۳۱۸۸۳۰۰۰	۳۰۳۷۰۰۰
بنک آف آسٹریا ہنگری	۴۲۸۰۴۰۰۰	۵۳۴۹۹۰۰۰	۱۰۶۹۵۰۰۰
بنک آف فرانس	۱۵۳۸۱۰۰۰	۴۷۷۱۰۰۰۰	۳۲۴۱۹۰۰۰
بنک آف روس	۸۷۸۵۹۰۰۰	۱۲۶۸۰۱۰۰۰	۳۸۹۴۲۰۹۰
بنک آف یونائیٹڈ اسٹیٹ (امریکہ)	۱۱۳۹۷۷۰۰۰	۴۸۲۱۴۴۰۰۰	۱۴۵۳۶۷۰۰۰

۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء میں دنیا کی کانوں سے بقدر ۰۰۰۰۰۴۷ ۰ ۸ گنی کے سونا نکالا گیا۔ بنک و تجارت وغیرہ پر اُس کی تقسیم جس مقدار پہ کی گئی۔ اس کا اندازہ ذیل کے نقشہ سے ہوگا۔

تجارت وغیرہ	۱۹۱۷۰۰۰۰۰
ہندوستان کو دیا گیا	۸۶۶۰۰۰۰۰
مصر کو دیا گیا۔	۲۹۰۰۰۰۰
بنک آف جاپان میں داخل کیا گیا۔	۱۳۸۰۰۰۰
بنک آف ساؤتھ امریکہ	۶۸۰۰۰۰
بنک آف کینیڈا (امریکہ)	۵۷۰۰۰۰
بنک آف یونائیٹڈ اسٹیٹ (امریکہ)	۱۴۵۴۰۰۰۰۰
بنک آف کینیڈا (برطانوی نوآبادی)	۱۷۱۰۰۰۰۰

استقامت ابھی دفعتاً ہل گیا اور چھ ماہ تک یورپ کے تمام بنک اسی حالت تزلزل میں رہے۔

اسی اثنار میں جرمنی اور فرانس نے فوج کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہا۔ مالی حالت پر اس کا بھی نہایت گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۱۲ء سے اخیر جولائی ۱۹۱۳ء تک کی مدت میں کمپنی کے حصوں اور منڈیوں کا نرخ ۵۰۰ ملین گنی گھٹ گیا اور تمام مہاجنوں نے بنک سے اپنے روپے نکال لئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن بنکوں میں اوائل ستمبر ۱۹۱۲ء تک ۵۴۵۴۳۱۰۰۰ گنی کے نوٹ برآمد ہوتے تھے ان میں اخیر دسمبر ۱۹۱۲ء تک صرف ۵۱۱۵۰۹۰۰۰ گنی رہ گئے۔ یعنی راس المال میں ۳۳۹۰۰۰ گنی کی کمی آگئی۔

جنگ بلقان سے یورپ کے بنکوں کو جو نقصان اٹھانا پڑا، اس کی تعداد کم از کم ۰ ملین گنی ہے۔ کیوں کہ لوگوں نے خوف اور بےامنی کی وجہ سے اپنا تمام سرمایہ بنکوں سے نکال کر اپنے گھروں میں جمع کر لیا۔ اس وقت سے تمام بڑی بڑی ریاستیں آنے والے خطرات کے انسداد کے لئے اپنے اپنے بنکوں کے سرمایہ میں اضافہ کرنے لگیں۔ چنانچہ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہیں لڑنے والی طاقتوں کو لڑانے کی ضرورت پیش آئے گی تو قرض دے کر ان لوگوں کو سالانہ سود کے سمیٹنے کا موقع مل جائے گا، یا اور متعدد اقتصادی اور مالی اغراض ہوتے ہیں، جن کے لئے وہ کسی انقلابی حالت کی ضرورت دیکھتے ہیں۔

لارڈ سیسل اور جنگ ٹرانسوال کے تعلقات کی داستان قارئین الہلال میں سے بہت با خبر اور مطالعہ درست کو یاد ہوگی۔

بنک آف آسٹریلیا وجرمنی وافریقہ	۱۹۱۰۰۰۰۰
بنک آف یورپ	۱۶۲۶۰۰۰۰۰
عام اور بقیہ بنک	۵۶۶۰۰۰۰۰
میزان کل	۸۰۶۴۰۰۰۰۰

مصارف جنگ کی وسعت ۔ کانوں کی پیداوار، بنکوں کی درآمد و برآمد اور مہاجنوں کے لین دین سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ اس زمانے میں لڑائی کی باگ ڈور تمام تر مہاجنوں ہی کے ہاتھ میں ہے وہ مالی مدد دے کر جس سلطنت کو چاہیں دوسری سلطنت سے لڑا سکتے ہیں یا جنگ روک سکتے ہیں ۔ ابھی دو برس کا زمانہ گزرا ہے کہ جرمنی و فرانس میں جب جنگ کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا تو فرانس کے مہاجنوں نے اپنا تمام سرمایہ اپنے بنکوں سے نکال لیا تھا ۔ مجبوراً جرمنی کو اس ارادہ سے باز آنا پڑا ۔ دولت عثمانیہ اور یونان میں بھی جنگ کے جب نئے خطرے پیدا ہوئے تو مہاجنوں نے باب عالی کو دھمکی دی کہ "اگر جنگ جاری کی گئی تو قرض دینے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں گے۔"

لیکن افسوس ہے کہ اس وقت سے اُلٹا کام لیا جاتا ہے ۔ دنیا میں جتنی لڑائیاں قائم ہوتی ہیں ۔ اُن کی تہ میں انہی مہاجنوں کا ہاتھ کام کرتا ہے ۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب دوران جنگ

میں اپنا منہ چھپا لیا ہے۔ اور اطمینان وسکون کو خونخوار تو پوں کا دہن آز نگل چکا ہے۔ لفظ اسلام کی لغوی تحقیق مشکل اور از بس مشکل ہے ایسی حالت میں دنیا کو کیوں کر یقین دلایا جا سکتا ہے کہ اس لفظ کا مادہ سلم ہے۔ جس کے معنی صلح کے ہیں۔ صلح کا آخری نتیجہ اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اس لئے اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام کے معنی گردن نہادن کے ہیں تو دنیا کے تمام مذاہب میں صرف وہی ایک مذہب ایسا ہے۔ جو صلح و آشتی کا آخری نتیجہ ہے اور جس کی حقیقت ہی صلح و آشتی ہے

و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناط

اور خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تم میں باہم میل اور الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

لیکن بایں ہمہ تنافی و تباین۔ بایں ہمہ تضاد و تقابل۔ بایں ہمہ تخالف و تناقض۔ اب تک یورپ ان دونوں لفظوں کو مرادف و ہم معنی سمجھ رہا ہے۔ ایک یورپین کے سامنے اسلام کا نام لیا جاتا ہے تو جنگ کا ایک وسیع سلسلہ اس کے پیش نظر آجاتا ہے خونریزی اور وحشت، غارت گری اور بدامنی کا ایک خونیں منظر اس کی نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے وہ اس کو دیکھتا ہے تو اس کا رشتہ نگاہ خون کی دھاروں سے مل جاتا ہے۔ اس کے سامنے بے پردہ اور برہنہ لونڈیوں کی قطاریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔

باب اوّل   جہاد

امن و اسلام

اَلْحَرْبُ وَ اِسْلاَمْ حرب اور اسلام میں کسی قسم کا اتحاد و ائتلاف نہیں۔ ترکیب ہجائی کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں ایک حرف کا بھی اشتراک نہیں پایا جاتا ہے۔ مفہوم لغوی میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہے۔ حرب کے لغوی معنی سے ایک ایک بچّہ واقف ہے۔ لیکن اگر کوئی بدقسمت انسان ایسا بھی ہے جس کو اس کی تحقیق کی ضرورت ہے تو قاموس اور لسان العرب کی ورق گردانی کی بجائے اس کو دنیا کی بربادیوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جس کا ایک ایک صفحہ اس لفظ کی عبرت انگیز تفسیر کرتا ہے۔ اگر اس کو اس سے بھی تسکین نہ ہو تو اس وقت یورپ کا میدان کارزار ایک مبسوط لغت کی طرح دنیا کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ خون کی دھاریں اس کی ایک ایک سطر کو نمایاں کر رہی ہیں۔ ان سطروں میں اس لفظ کی سرخی آسانی کے ساتھ نظر آسکتی ہے۔ لیکن ایسی حالت میں جبکہ ارض الٰہی کا امن سمندر کی خونیں لہروں میں ڈوب گیا ہے۔ صلح و آشتی کی دیوی نے خون کی چادروں

اسلام نے نشو و نما پائی تھی۔ اور جس میں بزعم یورپ اسلام نے خون کا طوفان برپا کیا تھا۔

عرب نے ابتدا ہی سے مثل دیگر اقوام کے جنگ کا نہایت بد نما نمونہ قائم کیا تھا۔ ان کی اکثر لڑائیاں لوٹ مار کے لئے ہوتی تھیں۔ جو لڑائیاں غیرت، خود داری، [illegible] اور عزت نفس کے تحفظ کے لئے برپا ہوتی تھیں اُن میں غارت گری کا وحشیانہ منظر نمایاں طور پر نظر آتا تھا، بلکہ اس قسم کی لڑائیوں میں بغض و عداوت کا شعلہ ان کے وحشیانہ افعال کو اور بھی زیادہ روشن کر دیتا تھا۔ عرب کی لڑائیوں کی خصوصیات کو ہم یہاں اُن کے ادب و اشعار سے مختصر طور پر درج کرتے ہیں آپ غور کیجئے۔

۱۔ (عورتیں بے پردہ کر دی جاتی تھیں اور اس پر علانیہ فخر کیا جاتا تھا)

و[illegible] بسعیٰ علیہا [illegible]   [illegible] ابدیت عن خلخالہا

(یعنی بہت سی پردہ نشین عورتیں ہیں جن کا خود دار شوہر باوجودیکہ انکی حفاظت کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن میں نے ان کے پازیب کھول دیئے)

اس لئے اہل عرب عورتوں کی حفاظت و ستر پوشی کو اپنا سب سے بڑا کارنامہ خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اوپر کے شعر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

وخمار غانیۃ عقدت برأسہا   اصلا وکان منشر بشمالہا

(اور ایک نوجوان عورت کو میں نے شام کے وقت دوپٹا اوڑھا دیا حالانکہ وہ دن بھر بے پردہ اور بدحواس رہ چکی تھی)

اس کے سامنے گنجینۂ دقائق کا ایک ڈھیر لگ جاتا ہے۔ جن کو ہر مجاہد کا دامن حرص و آز سمیٹ لیتا ہے۔ یورپ کی قدیم و جدید تاریخ سے اگرچہ اس کا معارضانہ جواب نہایت آسانی کے سامنے پایا جاسکتا ہے یورپ کے جنونِ مذہبی کی یادگار صلیبی جنگ کی تاریخ کا ہر صفحہ خون کی ایک چادر ہے جس نے ایک مدت تک دنیا کے امن و آشتی کو اپنے اندر چھپا لیا تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یورپ کا موجودہ میدانِ کارزار ایک عرصۂ رستخیز ہے۔ جس کی توپوں کے دہانے سے یہ زلزلہ انگیز صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکاری وما ھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید (الآیۃ)

لوگو! اپنے خدا سے ڈرو کہ وقت موعودہ کا بھونچال ایک بڑی ہی مصیبت ہے اس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے شیرخوار بچے کو بھلا دے گی اور ہر حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور لوگ متوالے و بدحواس نظر آنے لگیں گے حالانکہ وہ متوالے نہ ہوں گے بلکہ خدا کا عذاب ہی سخت ہے جس نے انہیں بدحواس کر دیا ہے۔

اَلحَرَبُ وَالعَرَبُ

لیکن اس سوال کے تحقیقی جواب کے لئے ہم کو سب سے پہلے عرب ہی کی قدیم تاریخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جہاں سے اسلام کا ظہور ہوا تھا۔ جس میں

عرب کی مدح میں کس شانِ افتخار سے کہتا ہے

کانوا علی الاعداء نار محرق ولقومھم حرما من الاحرام

یعنی وہ لوگ دشمنوں کے لئے تو محرق کی آگ تھے جس نے ایک قوم کو زندہ جلا دیا تھا۔ مگر اپنی قوم کے لئے منجملہ اور پناہ گاہوں کے ایک پناہ گاہ تھے۔

جنگ اگرچہ ہمیشہ دنیا کے لئے ایک مہیب خیال کی گئی ہے۔ مگر عرب کے وحشیانہ طریقہ جنگ نے مثل روم و بابل کے اس کو اور بھی زیادہ مہیب و خطرناک بنا دیا تھا۔ چنانچہ عربی زبان میں جنگ کے لئے جو الفاظ، جو ترکیبیں اور جو استعارات وضع کئے گئے تھے ان سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اہلِ عرب جنگ کو آگ سے تشبیہہ دے کر اس کے لئے آگ کے تمام لوازمات ثابت کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

واوقدوا نارا بینھم بضرامھا لھا وھج للمصطلی غیر طائل

اور عدا دونوں قبیلوں میں آگ کے شعلے بھڑکائے۔ جو تاپنے والے کے لئے سخت مضر ہوں۔

خود قرآن مجید نے بھی اس استعارہ کو استعمال کر کے ایک لطیف تلمیح پیدا کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ ط

کہ جب انہوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی تو اللہ نے اس کو بجھا دیا۔

شاعر کا یہ فخر ایسے ہی ماحول میں مناس سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ (بغض وعداوت کے نشے میں تذلیل وتحقیر کے لئے میدان جنگ میں دشمنوں کی لاشوں کو گھسیٹنا لڑائیوں میں اکثر ہوتا تھا)

چنانچہ یہ کہنا کہ میں نے حریف کو میدان جنگ میں پاؤں پکڑ کر گھسیٹا اس حملہ کا مرادف تھا کہ میں نے اس کو قتل کیا گویا قتال اور یہ تذلیل دونوں لازم اور ملزوم تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

وشدّوا اشدّۃ اخریٰ فجروا بارجل مثلہم ورمرا جونیا

یعنی دشمنوں نے دوسرا حملہ کر کے اپنے حریف مقابل کے پاؤں پکڑے اور گھسیٹا اور جوین کو تیر مارا۔

۳۔ (دشمن کے ناک کان کاٹ ڈالنا اور اُن کی صورت کو مسخ کر دینا نہ صرف مردوں تک ہی محدود تھا، بلکہ عورتیں اس میں مردوں سے بھی آگے تھیں)

چنانچہ تاریخ اسلام میں حضرت حمزہ کی لاش ہندہ کے اس وحشیانہ طرزِ عمل کا دردانگیز منظر پیش کرتی ہے۔

۴۔ (دشمن کو زندہ آگ میں جلا دینا ایک بڑا تاریخی کارنامہ خیال کیا جاتا تھا)

چنانچہ ایک شخص نے کسی قوم کو آگ میں جھونک دیا تھا۔ جس کی یادگار میں عرب نے اس کو محرق کا خطاب دیا اور اس نے عرب کی تاریخ جنگ میں ایک نئی تلمیح پیدا کر دی۔ چنانچہ ایک شاعر چند بہادران

جب وہ گھوڑا مجھ کو مع ہتھیاروں کے سوار کر کے دوڑے گا کسی میدان کی طرف تو میں اس بکر بن وائل بہادر کی صلح کو منظور نہ کروں گا۔ بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کروں گا۔

ایسے ہی لڑائی کو یوم کریہہ بھی کہتے تھے جس کے معنی [illegible] ناگوار [illegible] کے دن ہیں۔ اور جو لوگ مرد میدان ہوتے تھے ان کو ابن الکریہہ کا خطاب دیتے تھے۔ یعنی فرزند [illegible]۔
ایک شاعر کا کہنا ہے۔

الا فی بنی [illegible] من ابن کریہۃ   من القوم طلاب الترات غشمشم

کیا قبیلہ بنی حصن میں کوئی [illegible] کا انتقام کیش اور اولوالعزم [illegible] زند نہیں ہے۔ یہاں [illegible] سے مراد شاعر کی جنگ ہے۔ یعنی کیا بنی حصن میں کوئی فرزند بہادر جنگ جو نہیں ہے۔

عربی زبان کی وسعت اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں الفاظ پیش کر سکتی ہے۔ لیکن [illegible] زیادہ متداول لفظ حرب تھا۔ جو لغوی معنی کے لحاظ سے مقاصد جنگ کی ایک جامع تفسیر ہے۔ دنیا میں صرف لوٹ مار یا بغض و انتقام کے لئے شعلۂ جنگ بھڑکایا جاتا تھا۔ پہلی قسم کی لڑائیوں کو جو لڑائیاں صرف لوٹ مار کی غرض سے لڑی جاتیں ا[illegible] عرب کے لئے ایک معمولی چیز بنا دیا تھا۔ لیکن دوسری لڑائیاں جو بغض و انتقام کے لئے لڑی جاتیں۔ ان کی عبرت انگیز داستانوں کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔ جن کے لئے اہل ادب کی اصطلاح میں

لڑائی کو اونٹ سے تشبیہ دیتے تھے جو ... سے زیادہ انتقام کیش جانور ہے اور ... زمین پر دفعتاً بیٹھتا ہے تو اس کے عظیم الشان سینہ اور گردن کا ثقل ہر اس چیز کو چور چور کر دیتا ہے۔ جو اس کے اندر آجاتی ہے۔ ایک شاعر نے خوب بلاغت ... ہوئے کلام میں کہا ہے۔

انختم علینا کلکل الحرب مرة فنحن منیخوها علیکم بکلکل

یعنی جس طرح تم نے ہمارے اوپر لڑائی کے اونٹ کو بٹھا کر ہمیں چور چور کر دیا تھا۔ اسی طرح ہم بھی تم کو پاش پاش کر دیں گے۔

مفرد استعارے بھی اسی قسم کے مفہوم پر دلالت کرتے تھے۔ نِطَاح مینڈھوں کے ٹکر لڑنے کو کہتے ہیں۔ لڑائیوں میں بھی چونکہ اسی قسم کی بہیمیت و سبعیت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ اس لئے حملے کے لئے اس لفظ سے استعارہ کرتے تھے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے:

والکر بعد الفر ... کره النفوس ... رم د النطاح

اور پہلو بچانے کے بعد حملہ جب کہ آگے بڑھنا اور ٹکر لینا بھی ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مفرد الفاظ بھی اسی قسم کے معانی پر مشتمل ہوتے تھے۔ عربی زبان میں لڑائی کے لئے ایک متداول لفظ رَوْع ہے جس کے معنی خوف و دہشت کے ہیں۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

اذا حملتنی والسلاح مشیحة الی الروع لم اصبح علی السلم وائل

عقائد۔ عرب کے اعمال۔ عرب کے تمدن، عرب کی تہذیب میں جو اصلاحیں کیں۔ عرب کی تاریخ جنگ پر اور پھر تمام دنیا کی تاریخ جنگ پر بھی ان تغیرات و اصلاحات کا اثر پڑا ہے یا نہیں۔

قرآن حکیم نے عقائد۔ اعمال۔ اخلاق اور تہذیب و تمدن کے متعلق جو اصلاحیں کیں۔ وہ صرف ان کی سطح باطنی تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کے خال و خط ان چیزوں کی سطح ظاہری پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ الفاظ و اصلاح اگرچہ کوئی حقیقی چیز نہیں بلکہ معانی کا غلاف ہیں جو ان کے اوپر چڑھا دیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اسلام کی اصلاحیں مغز و پوست دونوں کو شامل ہیں اس لئے اس نے تمام چیزوں کے ساتھ عربی لٹریچر اور عربی زبان کی بھی اصلاح کی ہے۔ زبان درحقیقت ہماری کیفیات نفسانیہ کی سفیر ہے جو نہایت دیانت داری کے ساتھ ہمارے دل کا پیغام دنیا کو پہنچا دیتی ہے۔ اس بنا پر وہ تمام تر ہمارے خیالات، ہمارے عقائد اور ہمارے اخلاق و عادات کی تابع ہے۔ وحشت کے زمانہ میں چونکہ انسان کے خیالات نہایت پست و ذلیل ہوتے ہیں۔ اس لئے عبارات پر بھی ان کا اثر پڑتا ہے۔ کمینہ قوموں میں سینکڑوں فحش الفاظ اسی پستی اخلاق کی بناء پر رواج پا جاتے ہیں۔ جن کو ایک متمدن انسان سن بھی نہیں سکتا۔ عرب کی وحشت، اور بدویت نے اس قسم کے جو الفاظ پیدا کر دیئے تھے۔ اس کو وہ اعلیٰ درجہ کا تمدن نہیں گوارا کر سکتا تھا۔ جس کو قرآن مجید پیدا کرنا چاہتا تھا۔

ایام العرب کا لفظ وضع کیا گیا ہے۔ حرب کا لفظ ان دونوں قسموں کی لڑائیوں کے اسباب و مقاصد پر محیط ہے۔ جیسا کہ تصریحات کتب لغت سے ثابت ہوتا ہے۔ اہل لغت نے اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حرب کے معنی حَرِبَ خشمگین شدن تحریب برانگیزانیدن۔ غصہ ہونے کے ہیں۔ اور تحریب کے معنی بھڑکانے وخشم کردن۔ و بخشم آوردن و تیز کردن سنان لا۔ غصہ کرنے، غصہ دلانے اور نیزہ تیز کرنے کے ہیں۔

ھو یحرب الرجل مالہٗ الذی یعیش بہ حربٌ گرفتن مال و بے چیز ماندن و قد حرب مالہٗ ای سلبہ۔ فھو محروب و حریب۔ واحربتہٗ ای دللتہ علیٰ ما یغنمہٗ من عدوہ۔ واحرب ای سلب مالہٗ۔

حریبہ اس مال کو کہتے ہیں جس پر آدمی زندگی بسر کرتا ہے۔ حرب کا اطلاق کسی مال کے لے لینے اور قلاچ رہ جانے پر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حرب مالہ یعنی اس کا مال چھین لیا گیا۔ لٹے ہوئے شخص کو محروب اور حریب کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ احربتہ یعنی میں نے کسی شخص کو دشمن کے مال کی رہنمائی کی تاکہ اس کو لوٹ لے اور کہا جاتا ہے کہ احرب یعنی وہ شخص لوٹا گیا۔ لٹ گیا۔

انقلاب اسلام

یہی قوم تھی، یہی لٹریچر تھا، یہی زبان تھی جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔

قرآن حکیم نے دوسرے موقع پر اس کے لئے لَمَسْ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی صرف چھونے کے ہیں۔ مرد اور عورت کے اجتماع خاص کو وہ صرف چھونے سے ادا کرتا ہے۔

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (النساء)	اگر تم نے عورتوں کو چھو لیا ہو اور غسل کے لئے پانی نہ ملے تو صاف زمین پر تیمم کر لیا کرو۔

انسان کی بعض حوائج فطریہ کا ذکر بھی اکثر حالتوں میں تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے جائے ضرورت کا ذکر غائط سے کیا ہے جس کے معنی ہموار زمین کے ہیں۔ کیونکہ انسان قضاء حاجت کے لئے اکثر ہموار زمین ہی کا انتخاب کرتا ہے تاکہ آسانی ہو۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (النساء)	اگر تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے آئے یا تم عورتوں کو چھو دو پھر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو پاک زمین پر تیمم کر لیا کرو۔

اکثر لوگ مزاحاً یا تحقیراً اشخاص کے نام بگاڑ دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ یہی مسخ شدہ نام اُن کا اصلی نام بن جاتا ہے۔ مدینہ میں اس کا عام رواج ہو گیا تھا۔ بظاہر یہ ایک معمولی بات تھی۔ لیکن قرآن نے اس سے بھی منع کیا اور اس کے متعلق قرآن مجید میں ایک پوری آیت نازل ہوئی اور اس پہ سخت تنبیہ کی گئی۔

اس بنا پر قرآن مجید نے ان تمام الفاظ کی اصلاح کی اور ان کو بدل دیا چنانچہ ... ذیل نمونے ملاحظہ ہوں۔

اظہار خیالات کا سب سے زیادہ نازک موقع وہ ہوتا ہے جہاں انسان کے لطائف زوجیت اور اجتماع تناسلی کے بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عرب کے مشہور شاعر امراؤالقیس نے جس فحاشانہ طریقہ سے اس خیال کو ظاہر کیا تھا۔ تمام ادبار اسلام کی تہذیب اس سے نالاں ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

ومثلک حبلی قد طرقت ومرضع   فالھیتھا عن ذی تمائم محول

لیکن قرآن حکیم میں خاص عورتوں کے متعلق سورہ نساء نازل ہوئی چونکہ اس میں عورتوں کے نکاح وطلاق کے تمام احکام مذکور ہیں اس لئے قدرتی طور پر نازک مواقع ... ان کو بار بار آتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید نے جن مہذب الفاظ اور لطیف اشارات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کو شرم وحیا اپنے چہرے کا نقاب سمجھتی ہے۔ مثلاً یہ مفہوم ادا کرنا تھا کہ خلوت صحیحہ کے بعد عورتوں سے پھر مہر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ اس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں ادا کیا۔

وکیف تاخذونہ وقد	تم ان سے مہر کیونکر واپس لے سکتے
افضٰی بعضکم الیٰ بعض	ہو حالانکہ تم میں ہر ایک دوسرے
وّ اخذن منکم میثاقاً	تک پہنچ چکا اور انہوں نے پختہ
غلیظاً (النساء)	وعدہ لے لیا۔

ان الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی اور ایک ایسی جد و جہد اور تحریک کے لئے جس کا مقصد ہی جنگ کو روکنا. فتنہ و فساد کا خاتمہ اور امن و اطمینان کا قیام ہو۔ اس کے لئے قطعاً یہ الفاظ ناموزوں تھے۔

..... اس لئے حقیقت میں جنگ کے انقلاب کے ساتھ اسلام نے تمام الفاظ و محاورات کو بھی یک لخت متروک کیا اور غزوات اسلامیہ کے لئے صرف ایک سادہ لفظ "جہاد"، استعمال کیا جس سے کہ جنگ کی طرح نہ تو غیظ وغضب کے جذبات ظاہر ہوتے تھے نہ لوٹ مار سلب وغیرہ اور وحشت کی بو آتی تھی بلکہ وہ اس انتہائی کوشش پر دلالت کرتا ہے جو ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے کی جا سکتی ہے۔ خواہ بذریعہ قوی ہو یا بذریعہ زبان۔ خواہ بذریعہ افعال جوارح ہو یا بواسطہ قبضۂ شمشیر۔

لَیْسَ الْاِنْسَانِ اِلاَّ مَا سَعٰی ط (آلاٰیۃ) — انسان کو صرف اپنی کوشش ہی کا صلہ مل سکتا ہے۔

قرآن کریم نے جنگ کے ہر موقع پر اسی لفظ کا استعمال کیا ہے۔ اور قرآن کی اصطلاح میں اس کا استعمال واطلاق صرف جنگ اور خونریزی تک ہی محدود نہیں بلکہ عموماً اس کے ذریعہ سے عام ایثار، ضبط نفس، خاموشی، تزکیۂ نفس اور تہذیب و اخلاق کا اظہار کیا گیا ہے۔ سیکڑوں جگہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ — مگر رسول اور وہ لوگ جو اس کے

یا ایّھا الذین اٰمنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیراً منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھُمُ الظالمون ہ	مسلمانو! کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے شائد وہ ان سے بہتر ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کی تحقیر کی غرض سے اشارے بازیاں نہ کرو۔ لوگوں کے نام نہ بگاڑو۔ ایمان لانے کے بعد ایسے ناموں کا ہونا کیسی بُری بات ہے جو لوگ اب بھی باز نہ آئے تو وہ ظالم ٹھہریں گے۔

یہ اصلاحیں ان خیالات کے طریق اظہار کے متعلق نہ تھیں جن کو اسلام نے نہیں بدلا تھا اور اُن کی حقیقت تبدیل نہیں کی۔ لیکن اسلام نے جنگ کی حقیقت، اس کے اسباب، اس کے مقاصد میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ جیساکہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس لحاظ سے جنگ کے متعلق عرب کا لٹریچر اس کی اصلاح کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ عرب میں جنگ کے لئے سینکڑوں الفاظ، سینکڑوں ترکیبیں، سینکڑوں محاورے اور سینکڑوں استعارے پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن وہ سب کے سب ایک وحشیانہ جنگ کے لئے موزوں تھے۔ ایک متمدن قوم، ایک ترقی یافتہ نظام، ایک صلح پسند مذہب، ایک پیام رسانِ امن جماعت

وتواصوا بالحق لا وتواصوا بالصبر ط (الآیۃ)

وہ مسلمان کامیاب ہیں ۔ جنہوں نے حق اور صبر کی تلقین کی ۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص ط (الآیۃ)

خدا ان لوگوں سے پیار کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح استقلال کے ساتھ صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک جڑی ہوئی دیوار ہیں جس کو کوئی گرا نہیں سکتا ۔

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اسلامی کی حقیقت صبر و استقلال اور ضبط و ایثار سے مفنوح ہوتی ہے ۔ مال غنیمت اور اظہار غیظ و غضب وغیرہ اس کی حقیقت میں نہ تو داخل ہیں اور نہ اس کا خاصہ لازمی ہیں ۔ وہ محض بالکل عارضی چیزیں ہیں ۔ جہاد کا اصلی مقصد ان سے بہت اعلیٰ و اشرف ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں طلب مال غنیمت پر عتاب الہیٰ نازل ہوا تھا ۔

فلما کان یوم بدر وقعوا فی الغنائم قبل ان تحل لھم فانزل اللہ " لو لا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم " (الآیۃ)

جب واقعہ بدر پیش آیا تو صحابہ مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے حالانکہ ابھی وہ حلال نہیں ہوا تھا ۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر خدا کی مشیت نے اس کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا تو تمہاری اس لوٹ پر بڑا عذاب نازل ہوتا مگر

امنو معہ جاھدوا	ساتھ ایمان لائے انہوں نے جان و
باموالھم وانفسھم واولٰئک	مال دونوں سے جہاد کیا تمام بھلائیاں
لھم الخیرات واولٰئک	اور کامرانیاں صرف ان کے لئے ہی
ھم المفلحون ط (الآیۃ)	مخصوص ہیں۔
والذین جاھدوا فینا	اور جن لوگوں نے ہمارے لئے جہاد
لنھدینھم سبلنا وان	دریافت کیا سو ہم اُن کو کامیابی
اللہ لمع المحسنین ط	کی راہ بتائیں اور اللہ ارباب احسان
(الآیۃ)	ہی کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں جہاد نفس و روح کا ذکر کیا گیا اسے آنحضرت ؐ نے ام الاحادیث یعنی حدیث جبریل میں واضح تر کردیا ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ	خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا
فالم تکن تراہ فانہ یراک	تم اُس کو دیکھ رہے ہو اور اگر اس طرح
(الحدیث)	نہیں ہوسکتا تو کم از کم اس قدر استغراق
	تو ضرور ہو کہ گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
ثُمَّ ان ربک اللذین ھاجروا	ان لوگوں کیلئے جنہوں نے سخت
بعد ما فتنوا ثم جاھدوا	آزمائش کے بعد ہجرت کی پھر جہاد
واصبروا ان ربک من	اور صبر کیا اللہ کا فضل تیار رہے خدا
بعدھا الغفور الرحیم ط	ایسی صدا فتنوں کے بعد بڑا معاف
(الآیۃ)	کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے

عذر و بے وفائی جنگ کا خاصہ لازمہ تھی، عورتوں، بچوں، قاصدوں اور نوکروں کے قتل میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ سب کے سب نذرِ تیغ ہو جاتے تھے۔ دشمن کو زندہ آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ دشمن کے ناک کان کاٹ کر بطور ہار کے فخراً پہنے جاتے تھے۔ دشمن کے ہاتھ پیر باندھ کر قتل کیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے لئے راستے میں کسی کو لوٹ لینا معمولی بات تھی۔ لیکن اسلام نے جنگ کی اس حقیقت کو بدل کر دفعتاً ان تمام وحشیانہ افعال کو بھی مٹا دیا۔ فرمایا۔

لکلّ غادرٍ لواء یوم القیمۃ یعرف بہ یقال هذه غدرۃ فلان ط (مسلم)

قیامت میں ہر بدعہد کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔ جس کے ذریعے وہ پہچانا جائے گا۔ اور اعلان ہو گا کہ فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔

ان امرأۃً وجدت فی بعض مغازی رسول اللہ مقتولۃً فانکر رسول اللہ قتل النساء والصبیان (مسلم)

آنحضرت ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک مقتول عورت دیکھی تو آپ ﷺ نے بچوں اور عورتوں کے قتل سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ (مسلم)

مسیلمہ کذاب کا قاصد جب اس کا خط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ لو لا ان الرسول لاتقتل لضربت اعناقکما (ابوداؤد) کہ اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہاری گستاخی کے بدلے تمہاری گردن اڑا دیتا۔ اب جاؤ تم باامن ہو۔ ایک اور حدیث میں بہترین وضاحت ہے جس کو

مگر فیصلہ سابقہ کی وجہ سے ٹل گیا ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے معرکۂ جہاد میں غنیمت حرام تھی ۔ حالانکہ اگر اسلامی جہاد کا مقصد لوٹ مار ہوتا تو قریش کا کاروان تجارت اسلام کے دامن مقصود کو اچھی طرح بھر سکتا تھا ۔ اس لئے قدرتی طور پر وہی اس کا بہترین موقع تھا ۔ اس کے بعد اگرچہ غنیمت حلال ہوگئی ۔ تاہم اس سے جہاد کے ثواب اور نیتوں کے خلوص میں کمی آجاتی تھی ۔ اور یہی سمجھا جاتا تھا ۔

ما من غازیۃ تغزوا فی سبیل اللہ فیصیبون الغنیمۃ الا تعجلوا ثلثی اجرھم من الاخرۃ وتبقی لھم الثلث وان لم یصیبوا غنیمۃ تم لھم اجرھم (مسلم)	جو فوج خدا کی راہ میں لڑکر مال غنیمت حاصل کر لیتی ہے تو اس کو اجر اخروی کا دو ثلث یعنی دو تہائیاں فوراً مل جاتا ہے اور صرف ایک تہائی باقی رہ جاتی ہے اور اگر مال غنیمت نہیں حاصل کیا تو اس کا ثواب پورا قیامت کے لئے محفوظ رہتا ہے ۔

جذبۂ انتقام کے ایک اضطراری اور بدرجہ آخر اظہار پر خود آنحضرتؐ کو خدا کی طرف سے متنبہ کیا گیا ہے ۔

لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون !	آپ کو اس کا کوئی حق نہیں یا تو خدا اُن کی توبہ قبول کرلے گا یا عذاب دے گا اس لئے کہ وہ لوگ ظالم ہیں ۔

رسول اللہ فنہی عن قتل الصبر	قتل سے منع فرمایا ہے۔ خدا کی قسم
فو الذی نفسی بیدہ لو	اگر مرغی ہوتی تو میں باندھ کر اس کا
کانت دجاجۃ ما صبرتھا	ڈھیر نہ لگاتا۔ عبد الرحمن کو اس کی خبر
فبلغ ذالک عبد الرحمن	ہوئی تو چار غلام اس کے کفارہ
فاعتق اربعۃ رقاب (ابوداؤد)	میں آزاد کئے۔

اللہ اکبر چھٹی صدی عیسوی کے صحرا نشین عربوں کا یہ حال اور اخلاق و نوع پروری تھی جس کی مثالیں آج بلجیم کے متمدن میدانوں میں بھی نہیں مل سکتیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ لوٹ مار اور غارت مال و متاع سے مسلمانوں کو خاص طور پر روک دیا گیا۔ قال ان النھبۃ لیس باحل من المیتۃ یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لوٹ مار کا مال مردار گوشت سے زیادہ حلال نہیں ہے بلکہ مردار لاش کی طرح یہ بھی حرام ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی جزوی باتیں تھیں جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن درحقیقت اسی قسم کی چیزیں وحشت اور مدنیت صالح کے درمیان ایک حد فاصل قائم کر دیتی ہیں۔ مثلاً عرب روسیوں اور قرطاجینیوں کی طرح لڑائی میں بہت غل مچاتے تھے۔ اسی بنا پر لڑائی کو عربی زبان میں دعیٰ کہتے ہیں۔ جس کے معنی شور و غل کے ہیں۔ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے

قد ضجت معن بجمع ذی لجب   قیس" او عید انھم بالمنھب

یعنی قبیلہ قیس معہ اپنے تابعداروں کے مقام منھب میں قبیلہ معن کے شور کرنے والے جانبازوں سے شکست کھا گیا اور لوٹا گیا۔ لیکن

ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

لا تقتلن امرأۃ ولا صبیًا یعنی عورتیں اور بچے ہرگز نہ قتل کئے جائیں۔
اور آگ میں جلانے سے بھی قطعًا روک دیا۔ فرمایا لا ینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار یعنی آگ کا عذاب صرف ۔۔۔ ہی دے سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے میدان جہاد میں اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ قائم کیا اور دنیائے اخلاق کا نمونہ قائم کیا اور دنیا کے اخلاق میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔
فرمایا کہ اعف الناس قتلۃ اہل الایمان (ابوداؤد) یعنی سب سے زیادہ محفوظ اور با پردہ مسلمانوں کے مقتول ہیں۔ یہ ان کا ہر طرح سے عزت و احترام کرتے ہیں۔ قطع اعضاء کی وحشیانہ رسم کی ممانعت کی۔ بیشمار تصریحات موجود ہیں کان یحثنا علی الصدقۃ وینھا عن المثلۃ (ابوداؤد) یعنی آپ ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے اور مثلہ سے روکتے۔ یعنی دشمن کے اعضا قطع کرنے سے منع کرتے۔ دشمن کو باندھ کر اور اذیت دے کر قتل کرنا آج کل کی متمدن قوموں کے لئے مفاخر میں داخل ہے۔ لیکن اب سے تیرہ سو سال پہلے ریگستان حجاز کا اسلامی تمدن یہ تھا۔

غزونا مع عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید فاتی باربعۃ اعلاج من العدو فامر بھم فقتلوا صبرًا منھا بلغ ذالک ابا ایوب الانصاری فقال سمعت ۔۔۔

ہم عبدالرحمٰن بن خالد کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ہوئے تو چار کافر دشمنوں میں سے پکڑ کر لائے گئے انہوں نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔
ابوایوب انصاری کو خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے اس قسم کے

خلاصۂ کلام یہ کہ عرب جاہلیت میں جنگ، وحشت اور لوٹ مار کا فخر و انبساط کے ساتھ انتظار کیا جاتا تھا اور یہ انتظار قومی زندگی کے خصائص میں داخل ہو گیا تھا۔ اسلام نے اس کو ختم کیا اور اس کی جگہ یہ نظریہ مسلمانوں کے دل نشین کیا کہ مقابلہ سے بچنے کی تمنا کرو۔ لیکن اگر مقابلہ ہو جائے تو اس کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر اور اعتماد اور تکبیر و بسم کرکے مردانہ وار مقابلہ کرو، اور اسی کی تیاری میں مصروف عمل رہو۔ اللہ اکبر اعتدال و توسط کی حد قائم کرکے دنیا کو عدل و انصاف اور اعتدال و توسط کا اسوۂ حسنہ دکھا دیا۔ وکذالک جعلنا کم امۃ وسطاً

جنگ کے یہی وحشیانہ اقوال تھے جس پر حرب کا مفہوم اخوذ و مشتمل تھا اور اہل عرب نے عملی طور پر حرب کا یہی نمونہ قائم کیا تھا جیسا کہ دنیا کی اور تمام قوموں نے کیا۔ لیکن اسلام نے جنگ کے ان تمام آثار و علائم کو مٹا کر ایک نیا مدنی نظام قائم کیا۔ اس بنا پر لغت و حقیقت، کسی حیثیت سے بھی جہاد اسلامی پر حرب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاد پر ایک جگہ بھی اس لفظ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ البتہ جہاد کی ایک خاص صورت کی تعبیر قتال سے کی گئی ہے۔ جو ظاہری مفہوم کے لحاظ سے کوتہ بینوں کے نزدیک نہایت خطرناک لفظ ہے۔ حالانکہ جہاد اور قتال میں ایک طرح کے عموم اور خصوص کا فرق ہے۔

اسلام نے شور و ہنگامہ کی جگہ غزوات میں سکون و وقار پیدا کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ کان اصحاب النبی یکرھون الصوت عند القتال۔ یعنی صحابہ کرام جنگ میں شور و غل کو ناپسند کرتے تھے ایک مرتبہ صحابہ نے کسی غزوہ میں زور سے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم۔ ابو داؤد نے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ آہستہ آہستہ، خدا کچھ بہرا تو نہیں کہ تم یوں بلند آواز سے اس کو پکارتے ہو۔ اس کے بعد صحابہ رک گئے اور بلند آواز سے تکبیر کہنا بند کر دیا۔ عرب کی فضا فطرتاً ہمیشہ جنگ و فساد کی منتظر رہتی تھی اور اس کو حصول مال کا ذریعہ سمجھتی تھی ایک شاعر کہتا ہے۔

فلئن بغیت لی رحلن بغزوۃ ۔۔۔ تحوی الغنائم او یموت کریم

یعنی اب اگر میں زندہ رہا تو ایک ایسی جنگ کی تیاری کروں گا جو مال غنیمت جمع کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگی یا نہیں تو شریفانہ زندگی بسر کروں گا لیکن آپ نے مسلمانوں کو اس قسم کی ناگوار توقع سے منع فرمایا اور تمنائے قتال کو حرام قرار دے دیا۔

لا تتمنوا لقاء العدو فاذا لقیتموھم فاصبروا۔ (مسلم)

یعنی دشمنوں کے مقابلہ کی آرزو نہ کرو لیکن جب سامنا ہو جائے تو پھر ڈٹ کر مقابلہ کرو اور کمزوری نہ دکھاؤ کیونکہ اس لئے کہ اب خدا خود تمہارا حامی و مددگار ہوگا۔

چنانچہ ایک دوسری آیت میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔ جہاں ارشاد ہے کہ

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ط (الآیۃ)

یعنی جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اسی کی مثل زیادہ کر سکتے ہو لیکن اس سے زیادہ تجاوز نہ کرنے میں خدا سے ڈرو۔ کیونکہ خدا پرہیزگاروں ہی کے ساتھ ہے۔

جہاد کا مقصد اعلیٰ و غایت عظمیٰ

لیکن تمام قرآن مجید میں جہاد پر حرب کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ صرف چھ جگہ حرب کا لفظ آیا ہے حالانکہ تمام قرآن کریم جہاد کی ترغیب و تحریص سے بھرا پڑا ہے اب چھ مقامات کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہیں جہاد نہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المومنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل۔ (الآیۃ)

جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان میں پھوٹ ڈالنے اور خدا و رسول کے دشمن کی گھات لگانے اور اپنے کفر کو ظاہر کرنے کے لئے مسجد بنائی ہے۔

اس آیت میں حرب کا استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس کو جہاد اسلامی سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک عرب تھا ابو عامر راہب۔ جس کی ریاست

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم ؕ یعنی کفار کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم ط یعنی کفار کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے وہاں سے تم بھی انہیں نکال دو۔ لیکن دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاکلت لفظ باللفظ ہے۔ جو کلام میں زور پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ جیسا خود اپنے متعلق کہتا ہے کہ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ حالانکہ خدا مکار نہیں بلکہ یہ زور طریقہ سے یہ کفار کے اعمال شنیعہ کا جواب دیا گیا ہے۔ جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ برائی کا بدلہ برائی ہے۔ حالانکہ برائی خود برائی ہے مگر اس کا بدلہ برائی نہیں۔ بلکہ وہ تو قانون عدل کا ایک احسن نتیجہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی۔ اسی طریقہ پر اس لفظ کا بھی استعمال کیا گیا ہے ورنہ اس کی حقیقیہ معنے مراد نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ جس طرح خدا کے مکر کرنے سے حقیقی مکر نہیں لیا جا سکتا۔ اسی طرح یہاں قتال سے بھی دنیا کا عام قتال مراد نہیں ہے فان قاتلوکم فاقتلوھم کہا اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں۔ تو تم بھی ان سے مقاتلہ کرو۔ جیسے وہ کریں ویسے ہی تم بھی کرو۔ اور اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تب بھی یہ خود کفار ہی کی شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ جہاد کا اصل مقصد نہیں ہے ۔

او ینفوا من الارض ط ذالک لھم خزیٌ فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذابٌ عظیمٌ (الآیۃ)

دیئے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ دنیوی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

یہاں قاتلین نوعِ انسانی، مفسدین فی الارض، غارتگرانِ امن و امان اور راہزنوں ڈاکوؤں کا ذکر ہے اور لوٹ مار، قتل و غارت حرب کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے یہ آیت پہلی سے بھی زیادہ واضح ہے

(۳) یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین ط فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ ط (الآیۃ)

مسلمانو! خدا سے ڈرو اور جو رقم سود کی تمہاری اوروں پر باقی ہے اگر تم مسلمان ہو تو اس کو چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کا تمہارے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ اپنے اور اپنے رسول کی طرف حرب کا انتساب کیا ہے۔ لیکن جہاد یہاں بھی مراد نہیں۔ خود مفسرین کو [illegible] ہے کہ مسلمانوں سے یہ طرزِ خطاب بظاہر صرف کلام میں زور پیدا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن یہ کیوں ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ اسلام کی ہر جنگ کا مقصود جہاد ہی پر مشتمل ہو بلکہ سیاسی حیثیت سے فوائد دنیویہ بھی اس کا مقصد ہو سکتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ لفظ بھی اس جگہ کی حقیقت لغویہ پر منطبق ہو سکتا ہے۔ سود خوری ایک قسم کی راہزنی ہے اور ہر

مذہبی کو آنحضرتؐ کی بعثت سے صدمہ پہنچا تھا۔ اس نے اپنے عزو جاہ کو قائم رکھنے کے لئے متعدد لڑائیاں کی تھیں۔ چنانچہ آیت میں مِنْ قَبْلُ کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جب قبیلہ ہوازن نے شکست کھائی تو وہ شام کی طرف بھاگ نکلا۔ اور پھر وہاں سے منافقین مدینہ کو پیغام بھیجا کہ تم ایک مسجد بنا کر وہاں اپنا اکھٹ کرو اور آلاتِ جنگ بھی فراہم کرو۔ میں قیصر روم سے مدد لے کر آتا ہوں اور محمدؐ کو مدینہ سے نکال کر دم لوں گا۔ چنانچہ اس کے ایما پر مدینہ میں منافقین نے ایک مسجد بنائی۔ جو بعد میں آنحضرتؐ نے گرا کر جلا دی تھی۔ یہاں اسی کا ذکر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جنگ کا مقصد محض بغض، انتقام، خدع و فریب، ظلم و عدوان اور طلب ریاست تھا۔ جس پر حرب کی حقیقت لغویہ بالکل منطبق ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے اس لفظ کو اس کے صحیح مفہوم لغوی کے مطابق استعمال کیا ہے نہ کہ جہاد کے لئے۔ اس کا جہاد سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

(۲)۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہٗ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف	جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اُن کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا ان کو پھانسی دی جائے یا ان کے ایک ایک دائیں بائیں ہاتھ پاؤں کاٹے

(۵) الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لایتقون ط فاما تثقفنھم فی الحرب فشرد بھم من خلفھم لعلھم یذکرون ط (الآیۃ)

وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا مگر وہ ہر مرتبہ اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور خدا سے بالکل نہیں ڈرتے سو تم اگر ان کو جنگ میں پاؤ تو چاہیئے کہ ان پر خوب دباؤ ڈالو تاکہ جو لوگ ان کے پیچھے ہیں اُن کو بھی بھاگنا پڑے اور نصیحت حاصل کریں۔

یہ آیت قبیلۂ بنو قریظہ کے متعلق ہے۔ جنہوں نے اسلام کے ساتھ متعدد مرتبہ معاہدہ کر کے عہد شکنی کی تھی اور تمام قبائل عرب کو آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ پر آمادہ کر دیا تھا۔ آیت میں حرب سے وہی حرب مراد ہے جو ان کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے جو لڑائیاں قائم کرائی تھیں۔ ان کا مدعا صرف بغض و عداوت اور شر و فساد تھا۔ اس لئے یہاں بھی حرب مراد جہاد اسلامی نہیں ہے بلکہ حرب کی وہی حقیقت لغویہ سبعیہ ملعونہ مراد ہے۔ جس کا جہاد اسلامی سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

(۶) فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتّٰی اذا اثخنتموھم فشدّوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداءً

جب تمہارا اور کفار کا جنگ میں مقابلہ ہو تو ان کی گردن اُڑا دو۔ یہاں تک کہ جب خوب خونریزی ہو چکے تو ان کو غلام بناؤ۔ اس کے بعد یا تو احساناً

سود خور ایک قسم کا ڈاکو ہے۔ جو بندگانِ خدا کے مال کو بلا معاوضہ لوٹ لیتا ہے۔ اس لیئے خدا نے فرمایا۔ جس طرح تم غریبوں کا مال لوٹ رہے ہو ہم بھی اسی طرح تمہارا مال لوٹ کر اُن کو واپس دلائیں گے۔ اور یہی حرب کے معنی ہیں۔ پس حرب کا لفظ یہاں اپنی حقیقۃً لغویہ پر بولا گیا ہے اور اس میں کوئی استعارہ مجاز نہیں اور نہ اس کو جہاد سے ذرہ بھی کوئی تعلق دمس ہے۔ تاکہ خواہ مخواہ تاویل کی ضرورت پیدا ہو۔

(۴) وَالقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیمۃ کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ ویسعون فی الارض فسادا ط واللہ لا یحب المفسدین ط (آلایۃ)

ہم نے یہود و نصاریٰ میں قیامت تک کے لیئے باہمی دشمنی ڈال دی ہے۔ جب بھی وہ آتش جنگ بھڑکاتے ہیں تو خدا اس کو بجھا دیتا ہے مگر وہ دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ آیت کسی تاویل کی محتاج نہیں۔ یہ یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے انہوں نے باہم جو لڑائیوں کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا اس کا سبب بغض و انتقام اور شر و فساد تھا۔ جس پر لغوی حیثیت سے یہ لفظ دلالت کرتا ہے۔ بایں ہمہ خدا اس کو پسند نہیں کرتا اور اس مشتعل آگ کو بجھا دیا۔ کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفاھا اللہ اب یہ آگ ہمیشہ مسیحی دنیا میں اس اعلان الٰہی کی تصدیق دائمی کو محکم تر کرتی ہوئی مشتعل ہوگئی ہے۔

ایک شاعر نے کسی قبیلہ کی ہجو میں کہا تھا کہ وہ نہ مرد ہیں نہ عورت جس طرح شتر مرغ کہ نہ چڑیا ہے نہ اونٹ۔ اسی طرح اس صلح کی حقیقت بھی اگرچہ مشتبہ ہے۔ لیکن ہم فرشتۂ امن کے بجائے شتر مرغ کے پر کے سایہ میں زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تاہم اس کے [illegible] کے خونیں واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ شتر مرغ بھی بعض خاص موسموں ہی میں اپنا سایہ ڈال سکتا ہے۔ تاہم جنگ و صلح کی اس آمیزش نے دنیا کے لئے یہ نہایت دلچسپ سوال پیدا کر دیا ہے کہ کیا جنگ کا خاتمہ ہو سکتا ہے؟ کیا جنگ کی تپش میں تپتے ہوئے چہروں پر [illegible] دائمی صلح کا ظل [illegible] تاہم اپنا سایہ ڈال سکتا ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے ارباب حل و عقد نے اس سوال کا جواب مختلف طریقوں سے دیا ہے۔ لیکن ایک صلح پسند شخص کے لئے ان میں ایک جواب بھی تسکین بخش نہیں (ہاں دنیا کو صلح و آشتی کے وسائل فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن ہر صلح بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں بہت سے ظالم ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کا سینۂ تنگ فتح کا ایک ہولناک میدان ہے لیکن وہ اس میدان کو صلح کا خوش نما سبزہ زار کہتے ہیں۔ بہت سے لوگ بزدلی۔ ضعف عزیمت اور مکر و فریب کو بھی صلح کے پردے میں چھپا رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اس صلح سے الگ رکھیں۔ جو صلح ظلم اور بزدلی سے ہوتی ہے۔ تاہم ظالمانہ لڑائیاں بہت اور ظالمانہ صلح کم ہیں۔ لیکن دونوں کی دونوں قابل نفرت ہیں)۔

حتی تضع الحرب اوزارھا (الآیۃ) — ان کو چھوڑ دو یا فدیہ لے کر رہا کر دو۔ یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے یعنی موقوف ہو جائے۔

اس آیت میں بے شبہ جہاد اسلامی پر حرب کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن تشریح و توضیح کے بعد معلوم ہوگا کہ یہی آیت جہاد اسلامی کا مقصد وحید ہے اور جہاد کی حقیقت مقدسہ اسی لفظ میں مضمر ہے۔ چنانچہ اس کی تشریح آگے آتی ہے۔

یورپ نے اگرچہ فطرت کے تمام راز ہائے سربستہ فاش کر دیئے مگر وہ ب[illegible] التوحید فی التثلیث اور التثلیث فی التوحید کی گرہ نہیں کھول سکا لیکن اسلام السلم فی الحرب والحرب فی السلم کے عقدہ لاینحل کو حل کر سکتا ہے۔ یعنی امن و صلح میں جنگ اور جنگ میں امن و صلح مگر اس مسئلہ میں ہمیں پہلے یورپ کے کارنامۂ اعمال پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ اسلام نے امن و صلح کا جو دور جدید قائم کر دیا۔ دنیا کی سبعیت اور بہیمیت نے اگرچہ اس کو جنگ اور خون ریزی میں بدل دیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ کبھی کبھی سیاسی مصالح سے اس فراموش شدہ حقیقت کا نام زبانوں پر آ ہی جاتا ہے اور اس بھولے ہوئے خواب کی یاد تازہ کر لی جاتی ہے۔ انہی مصالح سے پچھلے دنوں بہ مقام ہیگ ایک عجیب و غریب مجلس صلح کا انعقاد ہوا تھا۔ جس کا نام ارباب سیاست نے ہتھیار بند صلح رکھا۔ عرب کے

میں ظاہر کرتے ہیں، سُنیئے کہ:

"میں صلح کی خوش نما امید دل سے اپنا دل بہلا نہیں سکتا۔ واقعات ہم کو ایک عظیم الشان جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں۔ جب تک کہ وحشت موجود ہے اور جب تک غیر مکمل طور پر تہذیب یافتہ قومیں سطح زمین پر آباد ہیں تو اتفاق و اتحاد ناممکن ہے۔ ہم کو خدا پر بھروسہ کرکے اپنے بارود کو خشک رکھنا چاہیئے"۔

مسٹر آئزک امریکہ کے ایک مشہور سیاسی فیلسوف ہیں ان کی رائے اور غنا کا خوش نما سبزہ زار ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

"دائمی صلح آسان نہیں۔ بعض لڑائیاں قانون ارتقا کے ثابت شدہ اصول "تنازع للبقاء" کے لئے کی جاتی ہیں۔ نوآبادیوں کے لئے صرف اسی غرض سے لڑائیاں قائم ہوتی ہیں۔ کہ انسان پر اپنے ملک کا دائرہ تنگ ہوجاتا ہے اور وہ دوسری قوموں کو دھکیل کر آگے بڑھنا چاہتا ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کی زندگی ممکن ہی نہیں۔ بعض لڑائیاں استبداد اور استقلال کے لئے برپا ہوتی ہیں۔ جن کی تحریک صرف ظلم کرتا ہے۔ بعض لڑائیاں تہذیب و تمدن کے استحکام کی غرض سے قائم کی جاتی ہیں۔ اگر وحشت و بہیمیت اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ تو اس قسم کی لڑائیاں دنیا کی سعادت مدینہ کے لئے مبارک فال ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ جہالت اور جذبات کا جوش بھی کلیتاً نہیں روکا جاسکتا۔ پس اگرچہ جنگ کا انسداد کلی محال ہے تاہم ہر انگریز ہر فرنچ ہر امریکن

یہ لارڈ اڈ بیری سر جان ایک کی رائے ہے۔ ۔ ۔
(مجھے صلح کی توقع بہت کم ہے۔ خود ہم انگریز اپنے بحری ویری مصارف جنگ کو بڑھا کر دنیا کے سامنے جنگ کی تیاری کا بدترین نمونہ پیش کر رہے ہیں) سر فریڈرک پولیک نے اپنے وسیع قانونی تجارب کی بنیاد پر جو ان کو زمانہ ججی میں حاصل ہوئے ہیں۔ یہ رائے قائم کی ہے (عام خیال ہے کہ سلطنتوں کے جھگڑے بھی شخصی نزاعوں کے مثل ہیں اس لئے حکم کے ذریعہ اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن سلطنتوں کی اکثر حالتیں اشخاص سے مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً باہمی معاہدوں کی دفعات کی تشریح یا ان کی خلاف ورزی کا فیصلہ عدالتوں اور ثالثوں کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ سب سے بڑا مسئلہ سیادت و اقتدار کا ہے۔ جس کو ایک سلطنت کسی ملک پر قائم کرنا چاہتی ہے۔ ان تمام باتوں کا فیصلہ صرف تمام سلطنتوں کے اتفاق و اتحاد ہی سے ہو سکتا ہے اور اس اتحاد کو اس قوت سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہونا چاہیئے جو اس کو حریف بن کر اس کا مقابلہ کرنا چاہتی ہے۔ پھر یہ اتفاق بھی صرف چھوٹی چھوٹی لڑائیوں ہی کو روک سکتا ہے۔ وہ عظیم الشان سلطنت جو دوسری سلطنت کو حقارت سے دیکھتی ہے یا کہ اس کو اپنے ساتھ ملا لینے کی قدرت رکھتی ہے اس اتفاق کی بھی پرواہ نہیں کر سکتی)۔
سر گلبرٹ پارکر نہایت دلیری سے صلح کانفرنس کے خلاف اپنی یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ مشہور سر ٹامس برکلے اپنا خیال ذیل کے الفاظ

جنگ کی آغوش صلح میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ فی الحقیقت اس آخری آیت میں قرآن نے صاف صاف اسی جنگ کا مقصد بتا دیا کہ وہ صرف جنگ ہی کے روکنے کے لئے کی جاتی ہے کیونکہ فرمایا جنگ اس وقت تک کئے جاؤ جب تک کہ جنگ ختم نہ ہو جائے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی کہے کہ جنگ نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے۔ یعنی جنگ کا بالکلیہ خاتمہ ہو گیا۔ یا کہا جائے کہ میری جنگ نے ہتھیار ڈال دیئے یعنی جنگ بالکل نہ رہی۔ ایسے ہی یہاں بھی یہ معنی ہوں گے کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے یعنی بالکل نہ رہے اور دنیا سے اس کا خاتمہ ہو جائے

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ہر جرمن اب لڑائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کی طرف اپنا میلان نہیں ظاہر کرتا۔ میری بڑی خواہش ہے کہ جنگ سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ مگر یہ منزل ابھی بہت دور ہے۔ بہت سے مسائل ثالثی کے ذریعے حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن آگے بڑھنے والے اقتدار و نفوذ کو کون روک سکتا ہے۔ ہر طاقت اور حکومت دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں ہے۔ صلح و آشتی کی یہ آخری خدمت تھی۔ جس کو یورپ کی ترقی یافتہ مدنیت نے انجام دیا۔ لیکن امن کا یہ فرشتہ یورپ سے نکل کر بلقان، طرابلس اور ایران کا دورہ کر چکا ہے اور اب خود اپنے مستقر یورپ کے تخت جلال کا پایہ پکڑ کر دنیا کو اپنا زخمی چہرہ دکھا رہا ہے۔

وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعہ وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ ۶۹

یعنی پہاڑ اور زمین اٹھا کر ایک ساتھ ٹپک دیئے گئے اور وہ دفعتہ چور چور ہو گئے۔ پس آج ہی کے دن قیامت کا سب سے بڑا ہولناک دن آ گیا۔ آسمان پھٹ پڑے ہیں۔ اور اس کی چولیں ڈھیلی ہو گئی ہیں۔ پس یہی نقشہ جو قرآن نے کھینچا ہے۔ آج دنیا کے بحر و بر پہ صادق آ رہا ہے۔

مگر اسلام نے جہاد کے ذریعے دنیا سے جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ جہاد اسلامی کا مقصد خون سے خون ہی کے دھبوں کو دھونا اور جہاد سے جنگ ہی کا خاتمہ کرنا تھا۔ تاکہ تمام دنیا میدانِ

زمین را منم تاج تارک نشین

مجنباں مرا تا نہ جنبد زمین

لیکن ایک پیغمبر کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے وہ گھر سے جب نکلتا ہے تو اگرچہ مخلصین و مومنین کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنا رفیق سفر صرف خدا کو بناتا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سفر قال اللّٰھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللّٰھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال۔ اللّٰھم اطولنا الارض وھون علینا السفر (الحدیث)	آں حضرت صلعم جب بغرض جہاد روانہ ہوتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے۔ خدایا تو ہی ہمارا رفیق سفر ہے۔ تو ہی ہمارے بال بچوں میں ہمارا قائم مقام ہے۔ خدایا سفر کی شدائد اور پلٹ کر اہل و عیال کو برے حال میں دیکھنے کی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں خدایا مسافت سفر کو کم کر دے ہمارے لئے آسان بنا دے۔ (الحدیث)

وہ سواری کی پشت پر قدم رکھتا ہے تو خدا کا شکر بجا لاتا ہے اور اس کے ورد زبان یہ ہوتا ہے کہ:۔

سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین (الآیۃ)	کیا پاک و برتر ہے وہ خدا جس نے اس جانور کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا ورنہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔

باب دوم

رسوم و علائم

جہاد اسلامی کی حقیقت ... جن مقاصد پر مشتمل ہے۔ اس کے لحاظ سے وہ دنیوی لڑائیوں سے بالکل مختلف ہے اور یہ اختلاف اس درجہ نمایاں ہے کہ ہم کو اس کی ظاہری شکل کے ایک ایک خط و خال کے اندر نمایاں طور پر نظر آسکتا ہے۔ ایک فاتح جب ملک گیری کے ارادہ سے میدان جنگ کا رخ کرتا ہے تو طبل و دہل کے غلغلے اور قرنا و برق کے ترانے خیر مقدم بجالاتے ہیں۔ سر پر پرچم لہراتا ہے۔ چتر شاہی آفتاب کی شعاعوں کو بھی اس کی طرف نگاہ گرم سے دیکھنے نہیں دیتا۔ جاہ و جلال کا یہ دیوتا میدان جنگ میں ایک مجسمہ کی طرح کھڑا کر دیا جاتا ہے اور تمام فوج اسی مرصع بت کے گرد طواف کرنے لگتی ہے۔ عظمت و جبروت کا یہ منظر دنیا کو دفعتاً مرعوب کر دیتا ہے اور اس رعب و داب کے احساس سے اس دنیوی فاتح کا سر بادۂ کبر و نخوت سے لبریز ہو جاتا ہے یہاں تک کہ خاک و خون میں مل کر بھی یہ نشہ نہیں اترتا۔ اگر کوئی اس پر غرور کو ٹھکرا دیتا ہے تو اس سے مغرورانہ صدا بلند ہوتی ہے کہ

زمین ہی کو اپنی حفاظت کی خدمت سپرد کر کے اطمینان و آرام سے سو جاتا ہے

یا ارض ربی و ربک اللہ اعوذ باللہ من شرک و شر ما فیک و شر ما یدب علیک ۔ (الحدیث)	اے زمین میرا اور تیرا دونوں کا خدا ایک ہی ہے۔ میں تیرے شہر سے تیری سطح باطنی کے شر سے اور تجھ پر چلنے والوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

وہ سفر جہاد سے پلٹ کر گھر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اس کو خدا کا گھر یاد آتا ہے اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ جب اس کو فتح و ظفر کی خبر ملتی ہے تو نہ تو اس کے سامنے شادیانے بجائے جاتے ہیں نہ جشن شاہانہ کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ نہ عیش و طرب کے ترانے گائے جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے خدا کے آگے سربسجود ہو جاتا ہے اور سجدہ شکر بجا لاتا ہے اس کو جب مشیت ایزدی سے فتح ہوتی ہے تو وہ فوج کو بالکل جوش و غیرت نہیں دلاتا۔ بلکہ خدا ہی کی غیرت کی دہائی دیا کرتا ہے کیونکہ اپنی فوج کو خدا کی فوج یقین کرتا ہے اور فتح و شکست دونوں کو اس کی طرف سے سمجھتا ہے۔

کان یقول یوم احد اللھم انک ان تشأ لا تعبد فی الارض ط (الحدیث)	آپ معرکہ احد کے دن کہتے تھے خدایا کیا تو چاہتا ہے کہ اب زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو؟

وہ اپنی فوج کی قلت اور دشمن کے لشکر کی کثرت کو دیکھتا ہے تو

وہ سفر سے پلٹتا ہے تو راہ میں خدا کی حمد کا ترانہ گاتا ہوا چلتا ہے۔
اور اس کا ترانہ یہ ہوتا ہے کہ

آئبون تائبون عابدون	ہم توبہ کرکے لوٹتے ہیں ہم خدا کی
لربنا حامدون	عبادت کرنے والے بندے ہیں اور ہم
(الحدیث)	اپنے خدا کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں۔

پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھتا ہے تو غلغلۂ تکبیر بلند کرتا ہے۔ نیچے اُترتا ہے تو زمزمہ ریز تسبیح و تہلیل ہوتا ہے۔ فوج کو روانہ کرتا ہے تو اُس کو نہ غرور، طاقت کی یاد دلاتا ہے نہ جوش کو دو آتشہ کرتا۔ نہ قدیم کارنامہ یا ... شجاعت کا تذکرہ کرکے اس کے دل کو گرماتا ہے بلکہ اس کے دین کو، اس کی امانت کو، اس کے تمام نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کرکے رخصت ... کر دیتا ہے۔

استودع اللّٰہ دینکم و	میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور
امانتکم وخواتیم	تمہارے نتائج و اعمال کو خدا کے
اعمالکم۔	سپرد کرکے تم کو خدا کی راہ میں جہاد
(الحدیث)	... بھیجتا ہوں۔

وہ جب منزل پر اُترتا ہے تو نہ سلاطین کی طرح اس ... لئے خیمے قائم کئے جاتے ہیں، نہ فرش و بساطِ شاہانہ سے زمین آراستہ ہوتی ہے اور نہ میدان کا نشیب و فراز ہموار کیا جاتا ہے۔ وہ خدا کا نام لے کر فرشِ خاک پر لیٹ جاتا ہے اور اس نام کی عظمت کے سہارے ... پر

اللہ کفاك مناشدتك ربك فانہ سینجز لك ما وعدك ط (الحدیث مسلم)	اور چادر اُٹھا کر آپ کے کاندھے پہ ڈال دی. پھر پیچھے سے آکر آپ سے لپٹ گئے اور کہا یارسول اللہ آپ اپنی مناجات ختم کیجئے خدا نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو بہت جلد پورا کرے گا۔

میدانِ جنگ میں اس کو شدید زخم لگتا ہے تو اس حالت میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔

رب اغفر لقومی فانہم لا یعلمون ط (الحدیث)	خدایا میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ لوگ حق کو جانتے نہیں۔

لیکن جب اس کے ہاتھ سے جہاد کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے تو وہ از فرق تا بقدم غیظ و قہر الٰہی کا پیکر جلال و جبروت بن جاتا ہے تو پھر اس کی زبان رحمت آثار آگ کے شعلے برساتی ہے۔

ملاء اللہ قبورھم نارًا قد شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ۔	خدا کفار کی قبروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے نمازِ عصر قضا کرا دی۔

قصہ مختصر ایک فاتح میدانِ جنگ میں سر بُرید غرور مگر ایک پیغمبر جبین نیاز ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں زبانِ خودستا مگر داعی حق زبان شکر سنج ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں غیض وغضب کا آتش کدہ مگر ایک منادئ توحید رحم و کرم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔

صرف رحمتِ آسمانی ہی سے مدد طلب کرتا ہے اور کبھی دنیوی طاقت کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلاتا۔ اس لئے کہ وہ نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے یقین کرتا ہے۔

لما كان يوم بدر نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المشركين وهم الف واصحابه ثلاث مائة وتسعة عشر رجلا فاستقبل القبلة ثم مد يديه فجعل يهتف بربه اللهم آت ما وعدتني اللهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الارض فما زال يهتف بربه مادا يديه مستقبل القبلة حتى سقط رداؤه عن منكبيه فاتاه ابوبكر فاخذ رداءه فالقاه على منكبيه ثم التزمه من ورائه وقال يا نبي

بدر کے دن جب آنحضرت صلعم نے مشرکین کی طرف دیکھا اور آپ کو نظر آیا کہ ان کی جمعیت ایک ہزار کی ہے اور مسلمان صرف تین سو انیس ہیں تو آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خدا کو پکارنا شروع کیا۔ خدایا تو نے مجھ سے فتح و ظفر کا جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر خدایا اگر مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ فنا ہو گیا تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ وہ اسی طرح ہاتھ پھیلا کر مسلسل پکارتے رہے یہاں تک کہ جوشِ استغراق میں ان کے دوش مبارک سے چادر گر گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے اس تضرع و الحاح کو دیکھا تو پاس آئے

ہوتی ہے لیکن ایک داعی حق کی افتتاح عجز و درماندگی، انکسار و تواضع اور اپنے خالق کے سامنے گریہ وزاری سے ہوتی ہے۔ ایک فاتح کشور کشا میدانِ جنگ میں خونخوار بھیڑیا اور انسان خور درندہ ہوتا ہے وہ جب کسی ملک و قوم کو فتح کر لیتا ہے تو اس کا اس ملک میں داخلہ اس انقلاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

ان الملوک اذا دخلوا	کشورستان بادشاہ جب کسی
قریۃ افسدوھا وجعلوا	آبادی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں
اعزۃ اھلھا اذلۃ ط	تو وہاں رہنے والوں میں سے عزت
(الآیۃ)	والوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو عزیز
	کر دیتے ہیں۔

اس کا داخلہ خون کی ندیاں اور تڑپتی لاشوں۔ خانماں برباد بیواؤں۔ یتیموں کے آنسوؤں، مظلوموں، بے کسوں کی آہ و بکا کے غلغلوں و نوحہ خوانیوں، تڑپتی ہوئی لاشوں، موت و ہلاکت کی ندیوں۔ اجاڑ آبادیوں و برباد ویرانوں۔ تباہ حال عورتوں۔ بے بادشدہ بچوں و پامال بوڑھوں کی آہ و فغاں کی نغمہ سنجیوں کا باعث ہوتا ہے۔ اس کا داخلہ ایک قہر الٰہی ہوتا ہے غضب خداوندی کا ایک مظہر ہوتا ہے۔ جو انسان صورت درندہ خونخوار بن کر انسانوں کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ جو اپنی مفتوح قوموں کو زندگی کی جگہ موت و ہلاکت۔ آزادی کی جگہ اسیر و غلامی۔ نشاط عیش کی جگہ غم والم اور اطمینان و سکون کی جگہ پریشانی و بے قراری دیتا ہے مگر ایک منادیٔ حق کا داخلہ اس ملک

ان دونوں متضاد حالتوں کا انجام بھی نہایت مختلف اور عبرت خیز ہے۔ بادشاہوں کے سر پُرغرور بارہا ٹھکرا دیئے گئے مگر کسی موئید من اللہ کی جبینِ نیاز خاکِ مذلت سے آلودہ نہ ہوئی۔ بادشاہوں کی زبانِ خود ستا بارہا ذلت کے ساتھ خاموش کر دی گئی۔ مگر کسی داعیٔ الہٰی کا نغمہٴ حمد و شکر کبھی چپ نہ ہوا۔ بادشاہوں کے غیض و غضب کے شعلے بارہا بجھا دیئے گئے ہیں مگر کسی پیغمبر کے دریائے کرم کو دنیا کے خس و خاشاک نہ روک سکے۔

ولقد سبقت کلمتنا	ہم نے پہلے سے یہ بات ٹھہرا
لعبادنا المرسلین انھم	دی ہے کہ ہمارے بندے پیغمبر
لھم المنصورون وان	یقیناً امداد کیئے جائیں گے۔
جندنا لھم الغالبون ط	اور یہی ہماری فوجیں آخر
(الآیتہ)	کامیاب ہوا کریں گی۔

غرض ابتدا۔ انتہا اور درمیان تینوں منظر اپنی بوقلموں و دوری و بُعد اپنے عجیب و غریب تباین و تضاد میں نمایاں اور واضح ہیں۔ یہ حقیقت اتنی روشن و آشکارا ہے کہ اب اس پر کسی مزید تشریح و تفصیل کی ضرورت ہی نہیں۔ ایک حقیقت اپنی جگہ حقیقت ہے خواہ اس پر کتنے ہی پردے کیوں نہ ڈال دیئے جائیں۔ آخر وہ سب پردوں کو چاک کر کے سامنے آجاتی ہے۔

ایک فاتح کی ابتداء جنگ کبر و غرور۔ نخوت و بطر کی نمائش سے

باب سوم

فتح اور مجاہد

فاتح اور مجاہد کا داخلہ ممالک مفتوحہ میں

اب ہم آپ کو پچھلی فتوحات نبوی کے مناظر کے بعد فاتح افواج کا داخلہ ممالک مفتوحہ میں دکھاتے ہیں۔ دیکھئے کہ یہ داخلہ کن نتائج و عواقب کا حامل تھا۔

تمہارے سامنے تمدّن قدیم اور تمدّن جدید دونوں کے مناظر موجود ہیں۔ روم و ایران سے بڑھ کر تمدّن قدیم کا کونسا عہد ہوگا۔ لیکن شام و ایران اور کارتھیج میں تم دیکھ چکے ہو کہ روم کا تمدّن کس سازوسامان کے ساتھ داخل ہوا۔ سکندر نے ایران کا چپّہ چپّہ جلادیا۔ اسی طرح ایرانیوں نے بابل میں داخل ہو کر خون کے سیلاب لاشوں کے ڈھیر اور منہدم عمارتوں کے کھنڈر اپنی یادگار چھوڑے۔ اور ٹیٹس کی فاتح فوج جب یروشلم میں داخل ہوئی تو وہ انسانوں کا داخلہ نہ تھا۔ بلکہ جنگل کے درندوں اور اژدہوں کا غول تھا۔ جس نے صرف چپہ پہاڑ اور زندگی اور آبادی کے لئے ایک گوشہ بھی باقی نہ چھوڑا۔

اور قوم کے لئے خدا کی رحمت ہوتا ہے۔ وہ ان کو غلامی کی جگہ زندگی اور بدحالی کے بدلے خوش حالی، جہالت کے بدلے علم در زندگی کے بدلے انسانیت مصائب و الام کے بدلے آرام و راحت، اضطراب و پریشانی کے بدلے اطمینان و سکون بخشتا ہے۔ پھر انجام کو دیکھئے کہ ایک فاتح کشور کشا کا انجام کیا، یا خونخوار درندگی اور یا پھر ذلت و رسوائی۔ مگر ایک پیغمبر اور داعیٔ حق و عدل کا انجام یا اپنے خالق کی رضا و خوشنودی ہوتی ہے اور یا اس کے ساتھ دنیا کی فتح و ظفر اور عزت و آبرو بھی اس کو نصیب ہوتی ہے۔ احدی الحسنین کا وہ مستحق قرار پاتا ہے۔

تو آؤ دیکھیں اس قوم کا کیا حال ہے۔ جس سے گو آج دنیا کے مفتوحہ ومحکومہ ممالک آباد ہیں۔ لیکن کبھی دنیا کے بحر و بر کے بڑے بڑے حصّوں پر سے اس کے فاتحانہ سیلاب گزرا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں گزشتہ صفحات کے بیانات تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں۔ تم وہ تمام احکام دو سایا سن چکے ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیشہ مجاہدین غزوات اسلام کو دیئے تھے۔ تم نے عہد نبوّت کی فاتح افواج اور مجاہدین کی اخلاقی حالت بھی دیکھ لی ہے کہ کس طرح ان میں کا ہر فرد عین جنگ کی حالت میں بھی ان احکام کی تعمیل کرتا تھا اور ایک ایک مجاہد اخلاق کی وہ عملی طاقت اپنے اندر رکھتا تھا۔ جس کے لئے تیرہ سو برس کی مدنی ترقی کے بعد بھی آج سرزمین تمدن تشنہ و بیقرار ہے۔ لیکن درحقیقت تلاش و تفحص کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ اسلام نے جنگ اور خونریزی کی حقیقت محورہ کے اندر جو عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اس کے نتائج کا ذخیرہ اس قدر کم مایا نہیں ہے کہ چند گھنٹوں کی صحبت کے بعد ختم ہو جائے۔ اس کا وجود تو تمام عالم کے لئے رحمت تھا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین ط

(الآیہ)

یعنی ہم نے آپؐ کی بعثت کسی خاص عالم کے لئے نہیں مخصوص کی بلکہ آپؐ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس لئے یہ ابر رحمت انسانی اعمال کے ہر گوشے پر برسا اور جنگ کی زمین شور بھی اس کی آبیاری

خدائی فرمان سچا ثابت ہوا۔ فجاسوا خلال الدیار کے مصداق
وموجب متمدن آبادیوں کو تہ و بالا کر دیا۔ یہ تمدن قدیم کے سب
سے زیادہ ممتاز فرزند تھے۔ لیکن آج یورپ کے جدید تمدن کا بھی
سب سے بڑا گھرانا ہمارے سامنے ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس نے
کیا ہے۔ مگر خود یورپ ہمیں یقین دلانا چاہتا ہے۔ کہ بلجیم کے فاتح جب
اس کی آبادیوں میں سے گزرے تو لودین کا دارالعلوم تباہ ہوگیا۔ ریم کے
معبد مقدس کی دیواریں گرادی گئیں۔ برسلز اور انٹورپ کی آبادی خوف و
دہشت سے بھر آگئی اور وحشت و بربریت کا جو افسانہ ایران کے کھنڈر
بیت المقدس کی دیواریں۔ کارتھیج کے تودے اور بابل کی برباد
شدہ رونق سناتی تھی۔ وہ آج کئی ہزار برس بعد بجنسہٖ اسی طرح
بلجیم کے اندر سنی جا سکتی ہے۔ اور قانون ان الملوک کا اعادہ
کیا گیا اور جنگ کی حقیقت تابتہ جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ کا
منظر دکھا کر تماشا گاہ عالم کو ایک دفعہ پھر محو حیرت کر دیا۔ اور جنگ کی
ماہیت محکم افسدوھا کو آشکارا کر کے دنیا کو آہ و فغاں کے
غلغلوں سے گونجایا۔ اہل عزت، ذلیل اور ذلیل دیکھتے اہل عزت میں
تبدیل کر دیئے گئے۔

لیکن جب کہ تمام قدیم اقوام کا مفتوحہ ممالک میں داخلہ دیکھ
چکے ہو اور جبکہ بیسویں صدی کے عصری تمدن و سلام کی سب سے
بڑی قوم کی نسبت بھی جو کچھ تمہیں سنایا گیا ہے۔ وہ تمہارے سامنے ہو

آپؐ کی نظر پڑگئی تو فوراً ہمیں کر الگ ہو گئے۔ باایں ہمہ آخر میں ایسا ہوا کہ بعض لوگ بے قابو ہو گئے اور مال و اسباب پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ خیبر کے مفتوحین نے یہ حالت دیکھی تو اُن کا ایک سردار جو نہایت مغرور اور سرکش تھا۔ دوڑتا ہوا آیا اور ایک گستاخانہ لب و لہجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے پکارا اور اس کے مغرورانہ طرزِ خطاب کو آپؐ نے قریب سے سنا۔

یا محمد الکم ان تذبحوا	اے محمدؐ۔ کیا تمہیں یہ سزاوار ہے کہ
حمرنا وتاکلوا ثمرنا و	ہمارے گدھوں کو ذبح کر ڈالو ہمارے
تضربوا نساءنا (ابوداؤد)	پھلوں کو کھاؤ اور ہماری عورتوں کو
	مارو پیٹو؟

اگر کوئی دنیوی بادشاہ ہوتا تو اس گستاخی کا جواب زبانِ تیغ سے دیتا۔ لیکن جب آپ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ سخت برہم ہوئے۔ اور ابنِ عرق سے فرمایا کہ جلد گھوڑے پر سوار ہو کر منادی کر دو۔ جنت صرف مسلمانوں ہی کے لئے حلال۔ ہم نماز کے لئے جمع ہو جاؤ۔ صحابہ جمع ہوئے۔ تو آپ نے پہلے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر نہایت غصے کے لہجے میں ایک خطبہ دیا۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے

"کیا تم میں سے کوئی شخص تختِ حکومت پر تکیہ لگائے اور مغرورانہ بیٹھا ہوا یہ خیال کرتا ہے کہ صرف وہی چیزیں حرام ہیں جن کا ذکر قرآن مجید نے صراحتاً کر دیا ہے اور قرآن نے صراحتاً مالِ غنیمت کو حرام نہیں کیا۔ اگر

سے امن وسلامتی کے باغوں کی طرح سرسبز وشاداب ہوگئی۔ پس ضرورت ہے کہ ہماری فکرِ تشنہ پایش دو ایک قدم آگے بڑھے اور اقلاً عہد نبوّت وعہدِ صحابہ کے مشہور ومسلّمہ واقعات وفتوحات کے نتائجِ مطلوبہ تلاش کرے۔

رحمۃ للعالمین کا خیبر میں داخلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہم وسلّم مدینہ سے روانہ ہوکر جب خیبر کے قریب مقام جہاد میں پہنچے تو نماز عصر کا وقت آگیا۔ اور آپؐ نے نماز پڑھی۔ وہیں زادِ راہ بھی کھولا گیا۔ کھانے پینے میں مغرب کا وقت ہوگیا۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر آپ راتوں رات خیبر کی طرف روانہ ہوگئے اور کچھ رات رہے خیبر کے متصل پہنچ گئے۔ آپؐ کا عام معمول یہ تھا کہ رات کو کبھی حملہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ یہ نہایت بزدلی کی بات تھی۔ اور بے خبری کے عالم میں دشمن کو قتل کردینا اخلاق انسانی کی انتہائی موت ہے۔ چنانچہ آپ نے صبح کا انتظار کیا اور نماز کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ خیبر ایک نہایت آباد اور شاداب مقام تھا۔ صحیحین کی روایت کے بموجب اگرچہ وہاں چاندی سونا زیادہ نہ تھا۔ لیکن اسباب وسامان زراعت اور عمدہ عمدہ مویشی اور راہ خرچ بہت تھے۔ تمام مجاہدین اسلام کو آنحضرتؐ کا شدت احتساب عسکری معلوم تھا۔ اس لئے غارت گری کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ عبداللہ بن مغفل نے ایک توشہ دان اٹھایا مگر

واقعی کمال وہی ہے کہ ما شہدت بہ الاعداء جس کی شہادت دشمن بھی دیں۔

مجاھدین کا مکہ میں داخلہ

اسلام نے ہر چیز کی اصلاح تدریج کی ہے۔ شراب تدریج حرام ہوئی ہے۔ نماز میں تدریج تغیرات کئے گئے۔ عرب کی قدیم جنگ جو فطرت کی اصلاح بھی اسی اصول پر ہوئی۔ غارت گری عرب کا عام شعار تھا اور صحابہ بھی دفعتاً اس قدیم عادت کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ آنحضرتؐ نے مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے اس طریقہ کا انسداد کیا۔ لیکن اب غزوۂ خیبر میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ غزوۂ خیبر کے بعد فتح مکہ کا مرحلہ پیش آیا تو اسلام کی تربیت یافتہ فوج اپنے قدیم آبائی گھر میں اس سکون و اطمینان کے ساتھ داخل ہوئی کہ تمام عرب کو نظر آگیا کہ اسلام نے عرب کی فطرت اصلیہ بالکل بدل دی ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (الآیة)

وہ خدا ہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ان سے ہی ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اس کی آیات سناتا اور اُن کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ یقیناً واضح گمراہی میں مبتلا تھے۔

کسی کا یہ خیال ہے تو وہ بالکل غلط ہے ۔ خدا کی قسم میں نے بار بار تم کو نصیحت کی، حکم دیا اور بہت سی چیزوں سے روک دیا ۔ جن میں ایک غارتگری بھی ہے ۔ یاد رکھو میں جن چیزوں کو تم پر حرام کرتا ہوں تو وہ بھی محرمات قرآنیہ ہی ہیں اور قابل احتساب ہیں ۔ خدا نے تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کیا کہ تم بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ اور ان کی عورتوں کو مار و پیٹو اور ان کے پھلوں کو کھاؤ ۔ بچو، بچو، بچو" (ابو داؤد)

بہرحال خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے درخواست کی کہ ہم زراعت کا کام آپ لوگوں سے زیادہ خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں ۔ اس لئے ہماری زمین ہمیں کو دی جائے اور سال میں نصف پیداوار ہم سے تقسیم کرا لی جائے ۔ آنحضرتؐ نے ان کے ساتھ اسی شرط پر مصالحت کر لی اور اس پر عملدرآمد شروع ہو گیا ۔ جب پہلی فصل تیار ہوئی ۔ تو آپ نے حضرت ابن رواحہ کو پیداوار کے تقسیم کرانے کے لئے بھیجا اور ان کو نصیحت فرمائی کہ ان لوگوں نے زمین میں محنت کی ہے وہ راضی رہیں ان کی رضا کا خاص خیال رکھنا ۔ وہ آئے اور تخمیناً پیداوار کے دو حصے کر لئے اور ایک حصہ خود رکھ لیا ، یہودیوں نے شکایت کی کہ یہ تو بہت ہے ۔ انہوں نے کہا تو پھر ہمارا حصہ تم لے لو اور اپنا حصہ ہمیں دے دو ۔ ایسا کیا گیا ۔ تو اس مسامحت اور فیاضی سے تمام یہودی متاثر ہو کر پکار اٹھے کہ

ھٰذا ھو الحق وبہ تقوم السماء والارض	اسی کا نام انصاف ہے اور آسمان اور زمین اسی سے قائم ہیں.

اس اوّلین واقعہ ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کا سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیسا تھا۔ جن کی وجہ سے اس کے مقاصد کو سخت سے سخت نقصانات پہنچ سکتے تھے یا پہنچ چکے تھے۔ حاطب ابن بلتعہ نے یقیناً بغیر کسی مخالفانہ قصد کے یہ کارروائی کی ہو گی۔ لیکن نیّت کی صفائی اس نقصانِ عظیم کی کیا تلافی کر سکتی تھی جو اس خط کے پہنچنے سے اسلامی فوج پر وارد ہو سکتا تھا۔ جنگ کی حالت میں آج بڑی سے بڑی متمدن قوم بھی جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ فوجی رازوں کا افشا کرنا اور جنگ کی حالت میں دشمن سے خط و کتابت کرنا ایک ایسا جرم ہے۔ جس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بایں ہمہ وجودِ مقدس رحمۃ اللعالمین جو رحمت و رأفت لے کر دنیا میں ظاہر ہوا تھا اس کے آگے انسانی معاصی و جرائم کے بڑے بڑے سمندر بھی چند قطرہ ہائے آب سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ اس کے نظائر اگر تم سننا چاہو تو ساری عمر اسی تذکرے میں بسر ہو سکتی ہے۔ اور حاطب بن ابی بلتعہ کی معافی اسی بحرِ رحمت کا ایک ذرّہ کرم ہے۔

چنانچہ سورہ ممتحنہ کا شانِ نزول یہی واقعہ ہے۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصور معاف کر دیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی آئندہ کے لئے حکم الٰہی نازل ہوا کہ جنگ کی حالت میں جو مسلمان دشمنوں سے تعلق رکھے گا تو وہ اللہ کے نزدیک اُنہی میں سے سمجھا جائے گا۔ یعنی وہ مسلمان نہیں رہے گا۔

آنحضرتؐ نے فتح مکہ کی تیاریاں شروع کیں تو حسن اتفاق سے پہلی ہی منزل پر بطور فالِ رحمت کے رفق ملاطفت کے اظہار کا موقع پیش آگیا۔ حاطب ایک بدری صحابی تھے۔ جنہوں نے خفیہ طور پر قریش مکہ کو ایک خط لکھا تھا اور اسلامی تیاریوں کی خبر دے دی تھی۔ ان کا یہ خط راستے ہی میں پکڑ لیا گیا اور دربارِ نبوی میں گرفتار ہو کر پیش ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابھی مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کیجئے۔ اصلی واقعہ سن لیں۔ پھر جو مرضی ہو کریں۔ سن لیجئے کہ میں قبیلہ قریش سے کوئی خاندانی تعلق نہیں رکھتا۔ صرف اُن کا پرانا حلیف دوست ہوں۔ لیکن بہت سے مہاجرین ان کے ساتھ خاندانی تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے اپنے ان بال بچوں کی حفاظت کرا سکتے ہیں۔ جو مکہ میں ان کے قبضہ و تصرف میں ہیں اور میرے ان بال بچوں کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں۔ جو مکہ میں اُن کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ قریش پر ایک احسان کر دوں۔ جس کے صلے میں شاید میرے بال بچے بھی اس قسم کی حفاظت کے مستحق ہو جائیں۔ میرا قصور صرف اتنا ہے ورنہ میں مرتد نہیں ہوا ہوں۔ میرے دل میں اللہ اور رسولؐ کی محبت موجود ہے۔ واللہ یہ درست ہے۔ حضرت عمرؓ اس پر اس قدر برہم ہوئے کہ آنحضرتؐ سے ان کی گردن اڑا دینے کی اجازت چاہی۔ لیکن آنحضرتؐ نے شرکت بدر کی فضیلت کی بنا پر انہیں بالکل معاف کر دیا اور حضرت عمرؓ کو ڈانٹا (بخاری)

تاآنکہ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ
اور حق کے آگے سر جھکادو۔

آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے لئے رمضان مبارک کا زمانہ منتخب فرمایا جو اظہار تقویٰ و خشیت الٰہی کا بہترین مظہر ہوسکتا تھا۔ تمام عرب ایمان لانے کے لئے صرف فتح مکہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اس لئے آپؐ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تیاری کی۔ دس ہزار فوج کا اجتماع ہوا اور مدینہ سے بھوک اور پیاس کے عالم میں اس نے مکّہ کا رُخ کیا۔

جب تمام فوج بمقام عسفان پہنچی تو آپ نے روزہ توڑنے کا حکم دیا۔ قریش مکّہ کو خبر ہوئی۔ تو ابوسفیان۔ ابن حرب۔ حکیم ابن خرام اور بدیل ابن ورقا، حالات دریافت کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ جب مقام مرالظہران میں پہنچے تو ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے نظر آئے۔ ابوسفیان نے کہاکہ یہ تو عرفہ کی آگ معلوم ہوتی ہے۔ بدیل نے جواب دیا کہ یہ آگ قبیلہ بنو عمر نے متفرق مقامات پر جلائی ہوگی۔ لیکن ابوسفیان نے نہ مانا۔ اور اسی حیص و بیص میں تھے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپہنچی اور ان تینوں سرداروں کو گرفتار کرکے آنحضرتؐ کے سامنے لے گئے۔ اس طرح یکایک وعدہ الٰہی پورا ہوگیا۔ کیونکہ سرداران قریش کی گرفتاری تھی۔ اور جب ان کو امان ملی تو ساری قوم کو بھی امان دے دی گئی اور لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔

اس کے بعد آپ مکہ کی طرف بڑھے تو اپنے چچا عباس سے فرمایاکہ

بلکہ کا فرد مرتد بن جائے گا۔ جس کا قتل کر دینا ضروری ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ط (الآیۃ)	مسلمانو! اللہ اور اپنے دشمنوں کو اپنا ایسا دوست مت بناؤ کہ ان کے ساتھ محبت و اعانت کر ساتھ پیش آنے لگو۔ حالانکہ جو سچائی تم کو دی گئی ہے۔ یہ اس کا انکار کر چکے ہیں اور اس کے دشمن ہیں۔

اس کے بعد مسلمانوں کو دین حنیفی کے اولین داعی حضرت ابراہیم خلیل اور اُن کے متبعین کے اسوۂ حسنہ کی تلقین کی۔

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ ط کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدًا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ ط (الآیۃ)	مسلمانو! حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں تمہارے لئے خدا پرستی اور حق دوستی کا بہترین نمونہ موجود ہے۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ اب ہمیں تم سے اور تمہارے ان معبودانِ باطلہ سے جن کو تم پوجتے ہو کوئی تعلق نہیں ہم تمہارے کاموں سے بالکل انکار کرتے ہیں۔ اب تو ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے دشمنی و عداوت ہو گئی ہے۔

تو خانۂ کعبہ کو چھنی ہوئی عزت از سر نو واپس دلائی جائے گی۔ آج اس پہ غلاف چڑھایا جائے گا۔ آج کا دن لوٹنے کا دن نہیں ہے بلکہ لٹے ہوئے کو امن دلانے کا دن ہے اور خانہ کعبہ کی لوٹی ہوئی عظمت دوبارہ اس کو ملے گی۔

یہ کہہ کر آپ سورۂ فتح پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور مقام حجون میں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا اور چاروں طرف سے مکّہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ خالد بن ولید نے داہنی طرف سے اور زبیر بن عوام نے بائیں طرف سے حملہ کیا۔ حضرت ابو عبیدہ پیادہ فوج کو لے کر الگ حملہ آور ہوئے اور شہر کی شمالی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اب مکّہ ہر طرف سے گھرا ہوا تھا اور مجاہدین کے سامنے جو شخص آتا تھا فوراً تہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ خود اسلامی فوج بالکل محفوظ تھی اور آخر تک محفوظ رہی۔ صرف خالد بن ولید کی فوج کے دو مجاہد شہید ہوئے۔ لیکن قریش کے پُر غرور سروں کا ایک تودہ بن گیا۔ حتیٰ کہ ابو سفیان جو کہ مسلمان فوج کے قبضہ میں گرفتار تھا چیخ اُٹھا الیمت ...ام قریش لا قریش الیوم یعنی قریش کا سرسبز باغ بالکل اجاڑ دیا گیا اور آج قریش کا خاتمہ ہے۔ اس پُر حسرت اور مایوسانہ فقرہ پر جو اسلام کے سب سے بڑے مغرور دشمن کی زبان سے نکلا تھا۔ رحمتِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریائے کرم نے جوش مارا اور امانِ عام کا حکم دے دیا گیا۔

من دخل دار ابی سفیان   جو شخص ابو سفیان کے گھر میں چھپ

ابوسفیان کو اسلامی لشکر کے جاہ و جلال کا منظر دکھاؤ۔ فوج روانہ ہوئی تو ہر قبیلہ کا دستہ الگ الگ آنحضرتؐ کے ساتھ چلتا تھا۔ ابوسفیان کے سامنے سے ایک دستہ فوج کا گزرا تو اس نے حضرت عباس سے پوچھا کہ یہ کون سا قبیلہ ہے؟ انہوں نے غفار کا نام لیا تو ابوسفیان نے کہا مجھے ان سے کچھ مطلب نہیں۔ اسی طرح جہنیہ بنو ... بنوسلیم وغیرہ کے قبائل سامنے سے گزرے لیکن وہ بالکل مرعوب نہ ہوا اور یہی کہتا رہا مجھے ان سے کچھ مطلب نہیں یہ تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن اس کے بعد ایک عظیم الشان فوج سامنے آئی۔ جس میں بالکل نئے لوگ اور نئے انداز سے چلنے والے مجاہدین تھے۔ تو ابوسفیان پر پہلی دفعہ دہشت اور حیرت اور رعب و خوف طاری ہوا۔ اور حضرت عباس سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں کے ہیں اور کس قبیلہ سے آتے ہیں۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ یہ مدینہ کے انصار ہیں۔ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ سعد بن عبادہ نے ابوسفیان کی مرعوبیت دیکھ کر طنزاً کہا: آج ہی لڑائی کا اصلی دن ہے اور آج خانہ کعبہ کی لوٹ کا دن ہے۔ آج خانہ کعبہ ... لوٹ لیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا دستہ گزرا۔ جس میں آفتاب نبوت چمک رہا تھا۔ یعنی اس میں آپ خود موجود تھے۔ آپ کا جھنڈا زبیر ابن عوام کے ہاتھ میں تھا۔ جب آپ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس نے سعد کے دل شکن فقرے آپ کو سنائے۔ آپ نے سن کر جواب فرمایا کہ سعد نے بالکل غلط کہا ہے۔ آج

آمادہ کریں ورنہ تباہی مچ جائے گی۔ اتفاقاً راستہ میں ابوسفیان ۔ بدیل اور حکم نظر آتے ۔ آپ اُن ۔ سے ملے اور اُن کو اپنے ساتھ لے آئے۔ دوسرے دن آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوسفیان کو پیش کیا جو فوراً اسلام لے آیا اور حضرت عباسؓ نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ابوسفیان اس موقع پہ یہ فخر حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اس کے گھر کو دارالامان بنا دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے یہ درخواست سن کر پہلے تو ابوسفیان کے گھر کو صرف دارالامان بنا دیا لیکن تھوڑی دیر بعد امن عامہ کا حکم دے دیا کہ

من دخل دار ابی سفیان	جو شخص ابی سفیان کے گھر میں پناہ
فھو امنٌ ومن غلق علیہ	لے یا اپنا دروازہ بند کر لے یا مسجد
دارہٗ فھو امن ومن دخل	میں پناہ لے تو اس کے لئے امن ہے
المسجد فھو امنٌ ط	اور وہ اسلام کی پناہ میں ہے اور
(الحدیث)	اس کا میں ذمہ دار ہوں۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ اس اعلان سے لوگوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ فتفرق الناس الی دار ابی سفیان والی دورھم والی المسجد کے الفاظ سے ثابت ہے کہ لوگ دھڑا دھڑ ابوسفیان کے گھر اور مسجد کی طرف دوڑنے لگے اور جن کے اپنے گھر تھے انہوں نے گھروں میں گھس کر دروازے بند کر لئے اور جانیں بچا لیں۔ اسی دوران میں حضرت اُمّ ہانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ فلاں مشرک کو میں نے پناہ دے

فهو آمن و من القی السلاح فهو آمن و من اغلق بابہ فهو آمن۔ (الحدیث)

جائے۔ یا ہتھیار ڈالدے یا اپنا دروازہ بند کرلے تو اس کے لئے امان عام ہے۔ یعنی ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرلے اس کو امان ہے۔

اس فیاضانہ حکم سے انصار کے دل میں بدگمانی ہوگئی۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ آخر آپ کو اپنے قبیلہ پر رحم آ ہی گیا۔ آپؐ کو اس کی خبر ہوئی توسب کو بلاکر فرمایا کہ میں خدا کا ایک بندہ اور رسولؐ ہوں۔ میں نے خدا کے بعد تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ میری موت تمہاری موت اور میری زندگی تمہاری زندگی ہے۔ تم نے جو بدگمانی کی ہے وہ سچ ہے لیکن جس طرح تم اس میں معذور تھے۔ اسی طرح میں بھی معذور تھا۔ میرے قلب کی ملاطفت و رفق نے مجھے مجبور کردیا ہے کہ میں اس قریش سے ہتھیار اٹھالوں جس میں سے تمہارے اللہ نے تمہارے نبی کو پیدا فرمایا ہے۔ انا من قریش و المودۃ فی القربیٰ۔

یہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔ لیکن ابوداؤد میں ہے کہ جب آنحضرتؐ مقام ظہران میں پہنچے تو اسلامی لشکر کے جوش و خروش کو دیکھ کر حضرت عباس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر قریش نے آپ سے امان طلب نہ کی تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اس خیال سے وہ خچر پر سوار ہوکر آگے بڑھے کہ اگر کوئی شخص مل جائے تو اہل مکہ کو امان طلبی پر

فرمایا: خدا کفار کو ہلاک کرے. وہ خوب جانتے تھے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی جوا نہیں کھیلا۔ اس کے بعد آپ نے ان دونوں مجسموں کو اپنے ہاتھوں سے توڑا، اور خدا کے گھر کو کفر و شرک سے پاک کیا والحمد للہ رب العلمین ۵

امن وامان کے بعد صرف ایک شخص قتل کیا گیا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ذیل سے معلوم ہوتا ہے جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلہ ط یعنی ایک شخص نے آکر آنحضرت کو خبر دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کو تھام کر کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو. پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن اہل سیر نے چند اشخاص کے نام اور بتائے ہیں۔ ابوداؤد میں دو روائتیں ہیں جن سے اہل سیر کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن ان میں سے ایک روایت کے متعلق خود ابوداؤد نے لکھ دیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ روائتیں اور اہل سیر کا قول قابل اعتبار نہیں جن کی رو سے چھ آدمیوں کا قتل ثابت ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر ان سادہ واقعات سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) آنحضرت کا معمول تھا کہ رات کے وقت کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ اس لئے خیبر میں رات کو اسلامی فوجوں کا داخلہ نہیں ہوا حالانکہ تمام فوجیں شب خون کے لئے موقع تلاش کرتی رہتی ہیں۔

(۲) صحابہ نے خیبر میں غارت گری کی لیکن آپ کو خبر ہوئی تو آپ

رکھی ہے اُس کی جان بخشی چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی ایک شخص کی تخصیص نہیں بلکہ تم نے جس کسی کو بھی پناہ دی ہے وہ ہماری امان میں داخل ہو گیا۔ عام امان کا اعلان کچھ دیر بعد ہوا تھا۔ جس وقت اُم ہانی درخواست لے کر حاضر ہوئی ہیں۔ اُس وقت صرف ابوسفیان کے گھر اور مسجد کی پناہ کا اعلان ہوا تھا۔ بعدۂ جب معلوم ہوا کہ بہت سارے لوگ ہیں جو کہ نہ ابوسفیان کے گھر جانا پسند کرتے ہیں اور نہ ہی اُم ہانی کے گھر جانا اور مسجد میں جگہ نہیں۔ تو آپ نے ایسے لوگوں کی رعایت سے آخر یہ اعلان فرمایا کہ الحرم امن زمین حرم (مکہ) کے رہنے والے سب کے لئے امن ہے۔

غرض آپ کے عفو و کرم نے تمام مکہ کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ اور عین حالت جنگ میں بھی کسی نے کسی کے مال و اسباب کو ہاتھ نہ لگایا۔

ابوداؤد میں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا کیا صحابہ نے فتح مکہ کے دن کوئی چیز بطور مال غنیمت لی تھی تو انہوں نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ اس کے بعد آپ نے خانۂ خدا میں جا کر تین سو ساٹھ بتوں کو توڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پہلے بُت باہر نکلوا کر توڑنے کا حکم دیا اور پھر اندر گئے۔ ان بتوں میں ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے مجسمے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں جُوئے کے تیر تھما دیئے گئے تھے۔ آپ نے دیکھ کر

سے تمام سردارانِ قریش نے فائدہ اٹھایا۔ حالانکہ یہی لوگ اسلام اور مسلمانوں کے اصلی دشمن تھے۔ اور دنیا آج تہذیب کے اس دور میں بھی ایسا کرنے کو تیار نہیں۔

(۸) فتح مکہ کے وقت مفتوح قوم کی کوئی چیز بھی صحابہ نے نہیں لوٹی بلکہ کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

(۹) ۱۰۱ان کے بعد صرف ایک آدمی قتل کیا گیا۔ جو واجب القصاص تھا۔ یعنی اس کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ بقیہ اشخاص کے قتل کی روایت مشتبہ ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو صرف چھ آدمیوں کا قتل ثابت ہے جو کہ مفسد تھے اور ان کے سابقہ اعمال کی پاداش میں ان کو قتل کیا گیا نہ کہ جوش انتقام میں

دنیا کی قدیم و جدید تاریخ آپ کے سامنے ہے آپ اسلامی فوج کے ساتھ اگر ان کے داخلہ کا موازنہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا کی پوری تاریخ اس قسم کے فیاضانہ داخلہ کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ آج جب کہ تمدن و تہذیب کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے اور تہذیب و شائستگی اور انسانی حقوق کے بڑے بڑے دعوے کئے جاتے ہیں کوئی فاتح ہے؟ جو اس طرح کی فیاضی کا ثبوت دے۔

عہد صحابہ کے واقعات شاہد عدل ہیں کہ اس عہد میں بھی آنحضرتؐ کے فاتحانہ طرز عمل کی تمام خصوصیات قائم رہیں اور مفتوحہ ممالک کے ساتھ نہایت فیاضانہ مراعات کی گئیں۔ فتوحات کے لحاظ سے حضرت عمرؓ کا زمانۂ خلافت نہایت ممتاز ہے۔ عرب و افریقہ کے تمام زرخیز

نے نہایت سختی کے ساتھ تنبیہ فرمائی اور متعدد چیزوں کو منع کردیا جس میں مال غنیمت کی غارت گری و لوٹ بھی شامل ہے۔

(۳) یہودِ خیبر کے ساتھ نہایت نرم شرائط پر انہیں کی خواہش کے مطابق معاہدہ صلح کیا گیا اور اس عدل و انصاف کے ساتھ اس کی پابندی کی گئی کہ خود ان لوگوں نے مداحانہ اعتراف کیا۔ حالانکہ اب عموماً محاصرے کے ذریعہ سے صلح پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس مجبورانہ صلح کا انعقاد ہی فاتح کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے۔

(۴) آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے خیبر کا جو فقرہ نکل گیا تھا وہ محض فاتحانہ شان کا اظہار تھا۔ ورنہ اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ خیبر درحقیقت تباہ ہوگیا یا اس تباہی سے مراد ان کی شان و شوکت کا اظہار ہے۔ اس لئے فتح خیبر کے بعد ان کی عظمت خاک میں مل گئی۔ مگر تمدنی لحاظ سے ان کو راضی رکھا گیا۔

(۵) قریش کو فتح مکہ کی تیاری کی خبر دینے پر آنحضرتؐ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بالکل معاف کردیا۔ حالانکہ موجودہ قوانین جنگ کے رُو سے ایسے شخص کو گولی مار دی جاتی ہے۔ اس جرم کو قابل درگزر نہیں سمجھا جاتا۔

(۶) سعد بن عبادہ نے فخریہ یا طنزاً ابوسفیان کو خانہ کعبہ کی بےحرمتی کی دھمکی دی۔ تو آپ نے اس کی تردید فرمائی۔ حالانکہ ایسے مواقع میں اظہار فخر یا فاتحانہ شان میں طنز کو ضرورتِ سیاسی سمجھا جاتا ہے۔

(۷) فتح مکہ میں آنحضرتؐ نے امان عام دے دی اور اس امان

بھی ہاتھ نہیں لگایا کہ یہ ان لوگوں کی معبود ہوں گی۔

مجاہدین کا اسکندریہ میں داخلہ

اسکندریہ کی فتح میں اس سے بھی زیادہ اشتعال انگیز واقعات پیش آئے۔ اسکندریہ مادی سرو سامان کے ساتھ رومیوں کا مذہبی مرکز بھی تھا رومیوں کے تمام بڑے بڑے گرجے وہیں تھے اور شام کی فتح کے بعد وہ لوگ اسکندریہ ہی میں عید مناتے تھے۔ اس بنا پر جب مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو رومیوں نے مدافعت کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کردی۔ تین مہینے تک مسلسل محاصرہ رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے گھبرا کر عمرو بن عاص کو ایک غصہ آمیز خط لکھا جس کے بعض فقرے یہ ہیں۔

وما ذاك الا احدثتم و احدثتم الدنيا ما احب عدوكم فان الله لاينصر قوما الا بصدق النيات فاعد لحوا احوالكم۔

فتح میں تاخیر صرف اس بنا پر ہو رہی ہے کہ تم نے اپنی قدیم حالت بدل دی اور جس طرح تمہارے دشمن دنیا پرست بنیں اسی طرح تم بھی دنیا کی طرف مائل ہوگئے ہو لیکن یاد رکھو کہ خدا کسی قوم کی مدد صرف صدق نیت ہی کی بنا پر کرتا ہے پس درست ہو جاؤ۔

عمرو بن عاص نے تمام فوج کو جمع کر کے یہ خط سنایا اور حکم دیا کہ سب

وشاداب ممالک اسی زمانہ میں فتح کئے گئے۔ لیکن فتوحات کے اس عظیم الشان سیلاب نے کسی قوم کی مادی اور روحانی یادگاروں کو خفیف سی ٹھوکر بھی نہیں لگائی۔

مجاہدین کا مدائن میں داخلہ

فاتح فوج کا عام قاعدہ ہے کہ جب نہایت جدوجہد کے ساتھ کسی شہر میں داخل ہوتی ہے۔ اور بایں ہمہ جانبازی مال غنیمت سے بہرہ اندوز نہیں ہوتی تو ناکامی کا غصہ اس کو نہایت وحشیانہ افعال پر آمادہ کر دیتا ہے۔ لیکن اس عام فوجی طرز عمل سے صرف ایک مسلمانوں کی قوم مستثنیٰ ہے۔ مسلمانوں نے مدائن کو فتح کرنا چاہا تو ایک بحر زخار کو عبور کر کے شہر میں داخل ہوئے۔ یزدجرد شاہ ایران نے پہلے ہی سے اپنے اہل و اولاد کو حلوان روانہ کر دیا تھا۔ تمام لوگ شہر خالی کر کے چلے گئے تھے۔ اور اپنے سرمایہ کا بہترین حصہ وہ ساتھ لے گئے تھے گھروں میں صرف معمولی چیزیں چھوڑ دی تھیں۔ اسلامی فوج نے ایک ایک گلی کا چکر لگایا مگر ایک متنفس بھی نظر نہ آیا۔ صرف قصر سفید میں کچھ لوگ موجود تھے۔ جن کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا اور انہوں نے بالآخر جزیہ قبول کر کے صلح کر لی اور مسلمانوں نے ان کو اپنے گھروں میں آباد کر دیا۔ حضرت سعد مسلمان فوجوں کے امیر قصر سفید میں داخل ہوئے تو اس میں بکثرت تصویریں نظر آئیں لیکن انہوں نے ایک تصویر کو

مسلمانوں نے ان کو لونڈی غلام بنا کر تقسیم کرنا چاہا۔ مرکز سے حضرت عمرؓ کا حکم آیا کہ صرف جزیہ قبول کرا کے ان کو آزاد کر دو۔ چنانچہ وہ سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔

مضافات مصر کے بہت سے لوگ رومیوں کے ساتھ شریک جنگ ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو آزاد کر کے واپس مصر بھیج دیا اور جزیہ لینے کا حکم دیا۔ قیصر روم کو ڈر تھا کہ اگر مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کر لیا تو سب سے پہلے ان کے گرجے زد میں آئیں گے۔ لیکن گرجوں کے ساتھ جو سلوک مسلمانوں نے کیا اس کا اندازہ طبری کے الفاظ سے ہو سکتا ہے۔

ملاحظہ ہو طبری:

"یہ گرجے اسکندریہ کے کنارے پر تھے اور ان کے گرد بہت سے بت بنے ہوئے تھے۔ ان میں کسی کی کمی و بیشی نہیں کی گئی۔ عمرو بن عاص نے مصر پر چڑھائی کی تو وہاں کے لوگوں نے اپنے بادشاہ سے کہا کہ جن لوگوں نے قیصر و کسریٰ کو پامال کر دیا ان سے صلح ہی کر لینی بہتر ہے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ معرکہ شروع ہوا تو حضرت زبیر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور ان لوگوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور معاہدہ صلح کرنا چاہا۔ عمرو بن عاص نے منظور فرمایا۔ جن شرائط پر صلح ہوئی وہ ملاحظہ ہوں " تمہاری جان۔ مال۔ مذہب۔ گرجا۔ صلیب بحر و بر ہر چیز کی امان دیتا ہوں۔ ان چیزوں میں کسی قسم کی مداخلت..."

لوگ وضو کر کے نماز پڑھیں اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی اور دشمن پر فتح کی دعا مانگیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ محاصرہ کی حالت میں اور بھی بہت سے واقعات پیش آئے۔ رومی فوج قبیلہ مہرہ کے ایک شخص کا سر کاٹ کر لے گئی اور لاش کو میدان میں چھوڑ دیا۔ قبیلہ مہرہ کے لوگ سخت برہم ہوئے اور اصرار کیا کہ ہم لاش کو بغیر سر کے دفن ہی نہ کریں گے۔ عمرو بن عاص نے کہا کہ اس غصہ سے کام نہیں چلتا تم بھی ان کے کسی سپاہی کا سر کاٹ لاؤ تو وہ اس کے معاوضے میں تمہارے سپاہی کا سر واپس کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور رومیوں نے اس معاوضہ میں ان کے مقتول سپاہی کا سر واپس کر دیا۔ طمانچہ کا طمانچہ کا قانون جاری کیا۔

ایک رومی نے مسلمہ بن مخلد صحابیہ پر حملہ کیا تھا اور اُن کو گھوڑے سے گرا دیا تھا۔ چونکہ ان کی تمام فوجی زندگی کا یہ ایک مُستثنیٰ اور دل شکن واقعہ تھا۔ اس لئے ان کو اور باقی مسلمانوں کو بھی سخت غیرت آئی عمرو بن عاص کو بھی سخت غصہ آیا اور اسی غصہ کی حالت میں فرمایا۔ کہ عورت ہو کر کیوں مردوں کے ساتھ شریک ہوتا ہو۔ ہوئی۔ اسی غصہ کی حالت میں نہایت زور شور سے لڑائی ہوئی اور مسلمان فرط جوش میں قلعہ کے اندر گھس گئے۔ لیکن رومیوں نے پھر حملہ کر کے ان کو قلعہ کے باہر نکال دیا۔ بایں غیض وغضب ... بزور شمشیر یہ فتح ہوا اور بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر صرف چھ لاکھ قیدی گرفتار ہوئے تو

باب چہارم

آندرو یادگار

سیلاب آتا ہے تو اس کی سطح پر سر بفلک عمارتیں حُباب کی طرح تیرتی پھرتی ہیں۔ زلزلہ آتا ہے تو فقیروں کی جھونپڑی کے ساتھ شاہی قصر کے ستون بھی متزلزل ہو جاتے ہیں۔ آندھی چلتی ہے تو سب سے پہلے عظیم الشان محلوں کے کنگرے ہی ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ جنگ بھی ایک سیلاب ہے جو تمدن کے آثار کو بہا لے جاتا ہے۔ لڑائی بھی ایک زلزلہ ہے جو نظام امن کی بنیادوں کو دفعتہً ہلا دیتا ہے۔ معرکۂ کارزار بھی ایک آندھی ہے جو علم و تہذیب کے ایک ایک ریشے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔

دنیا کی تاریخ نے ہر زمانہ میں اس کی دردناک مثالیں بکثرت پیش کی ہیں بخت نصر اٹھا اور بیت المقدس کو برباد کر دیا۔ ایرانی آئے اور بابل کے قدیم تمدن کو تاراج کر کے چلے گئے۔ رومی نکلے اور کارتھیج کی سرزمین کو آگ و خون سے بھر دیا۔ سکندرِ اعظم یونان سے نکلا اور ایران کے در و دیوار کے ایک ایک نقش کو مٹا کر رکھ دیا۔ تاتاری ابھرے تو بغداد کے قدیم آثار کو دجلہ میں ڈبو کر دھو ڈالا

اور کمی بیشی نہ کی جائے گی۔ آپ لوگوں یعنی اہل مصر کو ان مراعات کے بدلے صرف جزیہ دینا ہوگا۔ وہ بھی اگر نیل کا پانی نہ ۔۔۔ یا کم ہو گیا تو بقدر اس نقصان کے معاف ہوگا۔ جو شخص جزیہ دینا پسند نہیں کرتا تو وہ اپنے ہم مذہبوں کے وطن میں چلا جائے اور اس کو اپنی جائے امن تک پہنچنے کی امان ہے۔ یہ امان اس وقت تک رہے گی کہ وہ اپنے مامن کو پہنچ جائے یا ہماری ۔۔۔ سے نکل جائے۔"

یہ تحریر منجانب عمرو بن عاص عامل مصر ہے (طبری)

آپ ان فیاضانہ شرائط صلح کو ملاحظہ فرمائیں کیا جنگ کے ذریعہ بزور بازو فتح کی ہوئی قوموں سے اس طرح کی مصالحت کوئی فاتح قوم مسلمانوں کے بغیر کر سکتی ہے۔ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس (۔۔۔ن) کے لوگوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ فیاضانہ مراعات کے ساتھ معاہدہ صلح کیا تھا۔ مسلمانوں کی یہی فیاضیاں تھیں جن سے متاثر ہو کر فتح ۔۔۔ ریہ میں قبطیوں نے خود رومیوں کے مقابلہ میں ان کو جانبازانہ مدد دی تھی۔ ان سب واقعات پر ایک سرسری نگاہ ڈالیے اور پھر دنیا کی تاریخ کو سامنے رکھیے اور فیصلہ کیجئے کہ ایک فاتح اور داعی حق میں کیا فرق ہے اور ان دونوں کے داخلے اور مفتوحہ قوموں کے ساتھ برتاؤ اور انجام و عواقب کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ فاتح اور منادی عدل و انصاف میں کتنا بعد ہے اور دونوں کا ہر فعل اور ہر عمل بلکہ ہر حالت پکار پکار کر ایک کی سچائی اور دوسرے کی کذب پروری کی خبر دے رہی ہے مگر چشم بصیرت اور گوش حق نیوش ہو تو سمجھ آئے۔

جس کا ہا ۔۔۔ سے بڑا دارالصنائع، جس کے دارالعلوم ۔۔۔ سے زیادہ پائیگاہِ علم و حکمت اور جس کی قوم ۔۔۔ سے زیادہ پرستارِ علم و تمدن اور جس کے باشندے سب سے زیادہ عشاقِ علم و تہذیب جس کی یہ شان یہ عظمت۔ یہ پرستاریٔ علم دمن، اور یہ عشق لیلائے علوم و معارف ہے۔ یہ اس کی حالت ہے کہ با ایں ہمہ ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ اس نے یورپ کے ایک بہت بڑے علمی پائیگاہ (لو دین) کو جلا دیا اور اس کا دارالعلوم، اس کا دارالا ۔۔۔ اس کے علمی تجربہ گاہ سب آگ اور دھوئیں کے اندر فنا کر دیے۔ غیر محارب انسانوں کے قتل اور بے قصور علمی عمارتوں کی آتش زدگی پر آج علم و تمدن کا ہر فرزند اپنے آپ کو خونبار و ماتم سنج دکھلاتا ہے۔

لیکن کبھی کبھی وہی پانی جو طوفان بن کر موجیں مارتا تھا، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ابر کرم کا چھینٹا بھی بن جاتا ہے۔ کبھی کبھی زمین کی وہی حرکت جو زلزلہ بن جاتی ہے۔ ایسا بھی انقلاب ہوتا ہے کہ سبزہ کی مہ ۔۔۔ اور بوئے گل ۔۔۔ موج بن جاتی ہے کبھی کبھی ہوائے تند کا وہی جھونکا جو آندھی بن کے چلتا تھا ایسا بھی ہوا ہے کہ نسیم خوشگوار بن کر چلنے لگا ہے یخرج الحی من المیت ۔۔۔ ویخرج المیت من الحی (الآیۃ) کی قدرت زندوں سے مردے اور مردوں سے زندے نکالتی رہتی ہے۔ یہ اس کے د ۔۔۔ قدرت کی کرشمہ نوازی کا ایک کھیل ہے جو دکھاتا رہتا ہے کائنات کی بوقلموں نظام زندگی اور موت اسی کا نمونہ ہے۔ اسلام اسی ابر کرم کا ایک چھینٹا، اسی بوئے گل کا قافلہ، اسی نسیم سحر کی موج حیات تھا بخت نصر نے بیت المقدس

یہ تو ہوا مگر ان حملوں اور معرکوں نے دنیا کی مادی یادگاروں کے ساتھ ساتھ روحانی یادگاروں کو بھی فنا کر دیا۔ تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے کا ایک ایک حرف دجلہ کے بہتے ہوئے پانی سے دھو دیا۔ اسکندریہ کا عظیم الشان کتب خانہ آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا۔ ایران کے تاج شاہی نے موتیوں کے ساتھ اپنے علمی جواہر بھی غارت گروں کے پاؤں پر نثار کر دئے۔ سینکڑوں بت خانے منہدم ہو گئے سینکڑوں مسجدیں ویران ہو گئیں۔ ہزاروں گرجے گرا دیے گئے۔ لاکھوں صومعے برباد کر دیئے گئے۔ کروڑوں مدارس نذر آتش کر دیئے گئے اور خاکستر کا ڈھیر بن گئے۔ آج خود یورپ کی ہی روایت سے خود یورپ کی ایک وحشیانہ مثال کا ہماری معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ ہمارے سامنے موجودہ علم وتمدن کی اس سب سے بڑی محافظ قوم کو بضرورت پیش کیا گیا ہے۔ جو آج فلسفہ اور صناعت کی نئی زندگی کے لئے سب سے پہلے میدان تجربات میں کود ی اور اپنی کامیابی کا صور پھونکا۔ اور جو آج فلسفہ اور سائنس کی عمارتوں کا اصلی ستون شمار ہوتی ہے۔ جس کی سرزمین نے علم کی ... سے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ جس کے حکما نے فلسفہ اور صناعت کی نئی زندگی کے لئے ... سے پہلے نفخ روح کیا۔ جس نے مشرقی علوم و آثار کو سب سے پہلے بچایا۔ اور جس کے فلسفہ نے ارسطو کی عظ... خاک میں ملا دی اور یونان کے علمی تسلط کی جگہ اپنے عرش فکر وادراک کے آگے تمام دنیا کو سجدہ کرایا۔

اُنہوں نے جن بستیوں کو ویرانے میں بدلا انہوں نے ان کو آبادی میں بدل دیا۔

فانظر الیٰ اثار رحمت اللہ	رحمت الہٰی کی نشانیوں کو دیکھو کہ
کیف یحی الارض بعد موتھا	کس طرح مردہ زمین کو زندگی بخشی
ان ذالک لمحی الموتیٰ وھو	ہے بیشک وہ موت کو حیات سے بدلنے
علیٰ کُلّ شیٔ قدیر۔	والا اور سب کچھ کرنے والا ہے۔

لیکن جس قوم نے اعلاء کلمۃ اللہ کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ جو ایک دینِ قیم کی صداقت کو دنیا کے تمام ظلم وفساد اور عصیان وطغیان پر غالب کرنا چاہتی تھی۔ اس کے سینے کے اندر امن واصلاحِ عالم کی جس روح القدس نے اپنا نشیمن بنایا تھا۔ وہ صرف تمدن وتہذیب کی گلکاریوں ہی پر فریفتہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا مقصد ظہور اس بلندی سے جس کے بعد چشم مادہ کچھ نہیں دیکھ سکتی اور اس وسعت سے جس کے بعد ہماری بڑی سے بڑی رصد گاہیں جواب دے دیتی ہیں۔ بہت بلند تر وارفع تر تھا اس کی مثال کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر یعنی تم دنیا میں سب اُمتوں سے اعلیٰ وارفع اُمت ہو۔ اور تمہارا ظہور بنی نوع انسان کے لئے ہے تاکہ تم ان کو سچائی کا حکم دو اور برائیوں سے منع کرو۔ یہی تمہارے ظہور کا مقصد ہے۔

امم قدیمہ کے آثار

ہم کو معلوم نہیں کہ عظیم الشان مصری دنیا میں کیوں آئے تھے۔ لیکن

کو برباد کر دیا تھا۔ ایرانیوں کے حملے سے بابل کا تمدن منہدم ہوگیا تھا۔ ایران کے در و دیوار سکندر کے حملوں سے چُور چُور ہو گئے تھے۔ تاتاری بغداد میں [illegible] پتھر کا ڈھیر چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ لیکن فرزندانِ اسلام نے خدا کی راہ میں جان و مال کو برباد کیا تاکہ دنیا کو آباد کریں۔ انہوں نے اپنے آپ کو مٹایا تاکہ دنیا کی مٹی ہوئی یادگاریں پھر زندہ ہو جائیں۔ انہوں نے اپنے خون کو بہایا تاکہ دنیا کے چہرے کا وہ آب و رنگ پھر عود کر آئے جس کو وحشیانہ حملوں کے سیلاب بہالے گئے تھے۔ انہوں نے اس پاک مقصد کے لئے تلوار ہاتھ میں لی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جو چیز سر رشتہ حیات کو پہلے کاٹ دیتی تھی۔ وہ اب تمدن کے بکھرے ہوئے اجزاء کو کیونکر جوڑ رہی ہے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب کے جن میدانوں میں خاک اُڑ رہی تھی اس میں نسیم خوشگوار کے جھونکے چلنے لگے۔ ایران کے مٹے ہوئے نقش و نگار پھر اُبھر آئے۔ یونان کی برہم شدہ مجلس علم پھر گرم ہوگئی۔ مصر و شام کا کاروانِ رفتہ پھر لوٹ آیا۔ بیت المقدس پھر تمدن کا قبلۂ مقصود بن گیا۔ پہلوں نے جو کچھ لوٹا تھا انہوں نے وہ سب کچھ واپس دلا دیا۔ پہلوں نے برباد کیا تھا۔ انہوں نے زندگی بخشی۔ ٹیٹس رومی یروشلم آیا تاکہ برباد کر دے۔ لیکن اعرابِ حجاز یروشلم گئے تاکہ اس کے لٹے ہوئے باغوں کو سرسبز و شاداب کریں۔

رومیوں کی فوجیں افریقہ اور ایران سے گزریں، لیکن ان کی راہوں میں ہلاکت اور بدحالی تھی۔ پھر انہی زمینوں پر سے مسلمان بھی گزرے مگر اُن کے ساتھ ساتھ تمدن و آبادی اور امن و نظام کے فرشتے سایہ افگن تھے

نظر آجانے والی شان دار دیواریں اپنے اندر ایک تاریخِ عمل ضرور رکھتی
ہیں ۔ اور ایران کا سب سے بڑا کارنامہ یہ بتلاتی ہیں کہ عہدِ قدیم کے
عظیم الشان کشورِ تمدن یعنی بابل پر خوفناک درندوں کی طرح وہ چڑھ
آئے اور اس کی عجیب الصناعت دیواروں کے نیچے بربادی وتباہی نے
ان کے مقدس ظہور پر نوحہ پڑھا۔ پھر خود وہ بابل جو ایرانیوں کی خونخواری
پر نوحہ خواں ہے دنیا میں کس غرض سے آیا تھا اور کیا کر گیا۔ یہ سچ ہے کہ
اس نے معلق باغ بنائے جو بڑے ہی عجیب تھے اور آج بھی عجیب سمجھے
جاتے ہیں۔ لیکن اس نے تمدن وانسانیت کے ان باغوں کو کیا کیا جو کہ
عجیب تو نہ تھے۔ لیکن باغبانِ دنیا کے ہزارہا برسوں کی محنت کی کمائی
ضرور تھے۔ ہولناک بخت نصر کا تاراج کن سیلاب جب شام میں پھیلا
ہے تو یروشلم کی زمین کا چپہ چپہ سرسبزی وشادابی کی بہشت تھا لیکن
بابل کے متمدن فرزند وہاں اس لئے آئے تھے کہ زندگی کی شادابی
کی جگہ آگ کے حرفوں سے نقشوں میں اپنے ظہور کا مقصد لکھ جائیں۔
سچ ہے فجاسوا خلال الدیار وکان وعدا مفعولاً (گھروں میں گھس
کر ان کو تباہ و برباد کر دیا، یہ اللہ کا وعدہ ضرور ہونے والا تھا جو ہو کر
رہا)۔ پھر وہ قوم جو ان سب کی جانشین ہوئی شام سے اٹھی اور روم
پہنچی۔ پھر یونان، مصر اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی۔ اس کی نسبت
بھی ہمیں نہیں معلوم کہ اس کے آنے کا مقصد کیا تھا اور گو وہ زیتون
کی ایک چٹان پر بتلایا گیا ہے لیکن نہ تو روم کی تاریخ میں وہ قابلِ فہم ہے

ہم نے ہیروغلیفی نقوش کے اندر پڑھا ہے کہ انہوں نے بڑی بڑی قوموں کو غلام بنا کر خوار و ذلیل کیا۔ ان کو عجیب عجیب طرح کے آلہ ہائے تعذیب کے شکنجوں میں کسا۔ جن کی تصویریں (ممفس) کے مندر میں دیکھ کر ہم اشک آلود ہوئے ہیں۔ اور اس کے بعد بڑے بڑے مینار بنا کر اور حیرت انگیز عمارتیں کھڑی کر کے دنیا سے چلے گئے۔ مگر ان تعمیری و صناعی کارناموں کا وجود بھی مظلومی کی ان آہوں اور بے بسی کے ان آنسوؤں کی یاد دلاتا ہے جو بلادِ نوبہ اور کنعان کی مفتوح قوموں نے ان کے لئے چارپایوں سے بھی زیادہ محنت کرتے ہوئے بہائے تھے۔ ہم نہیں جانتے کہ روم کے ہولناک فاتحوں کا جن کے سر پر تمدن قدیم کا سب سے زیادہ درخشاں تاج نظر آتا ہے۔ کیا مقصود تھا۔ مگر ہم نے شمالی افریقہ میں کئی میلوں تک پھیلا ہوا ایک تودہ دیکھا ہے جس کے اندر سے کارتھیج کی دیواروں کی ٹوٹی ہوئی اینٹیں نکلتی رہتی ہیں۔ اور ایران و شام کی خاک کے ذرے کہتے ہیں کہ ہمیں سب سے زیادہ خون انہی رومی تلواروں کی [illegible] سے [illegible] ہوا ہے۔

تاریخ کے عہد قدیم کی تاریکی ہمیں کچھ نہیں بتلاتی کہ وہ عظیم الشان ایرانی جنہوں نے اصطخر کی عظیم الاثر محرابیں بنائیں اور اپنی روایتوں کے اندر دیوؤں سے لڑے اور تمام بحر و بر کو تختِ ایران کے آگے سربسجود دیکھا، دنیا میں کیوں نمایاں ہوئے تھے اور دنیا نے ان سے کیا پایا۔ البتہ دریائے فرات کے کنارے کے وحشتناک تودے اور کہیں کہیں ابھر کر

یعنی اگر یہ دنیا میں طاقتور ہو گئے۔ تو ان کا کام آبادیوں کو اجاڑنا، انسانوں کو قتل کرنا، عمارتوں میں آگ لگانا اور قہر و استیلار کی [illegible] میں عالم انسانیت کو مبتلا کرنا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ کارگاہِ عالم میں اس لئے قدم رکھیں گے کہ صلوٰۃ الٰہی کو قائم کریں۔ محتاج اور کس مپرس انسانوں کو اپنے مال کا شریک بنائیں۔ سچائی اور [illegible] بازی کا حکم دیں۔ ہر طرح کی برائی اور ظلم و فساد کو دنیا میں روکیں۔ انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ان کے مقاصد ظہور کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔ تاریخ موجود ہے اور کئی ہزار سال تک حساب اور سراغ ہم نے لگالیا ہے۔ لیکن دنیا میں آج تک کوئی قوم ایسی نہیں آئی۔ جس نے اپنے ظہور کا مقصد یہ قرار دیا ہو اور اپنے ظہور کے اوّل دن ایسے صاف لہجے اور ایسی کھلی روشنی میں اس کا اعلان کر دیا ہو۔

پس جس قوم کے ظہور کا مقصد قیام صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہو۔ ضرور تھا کہ وہ جو کچھ کرتی صرف اسی مقصد کے [illegible] کرتی اور اپنے سفر سعی کے ہر قدم پر اسی کو ڈھونڈتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جبکہ دنیا کی تمام قوموں کی لڑائیوں کی یادگاریں بربادی و ہلاکت اور شر و طغیان کی صورت میں صفحۂ زمین پر باقی ہیں۔ تو اسلام کے غزوات و جہاد کی یادگاریں ایک اور ہی رنگ اور ایک دوسری ہی حالت میں نظر آتی ہیں۔ اگرچہ اس کا [illegible] قدم جس [illegible] زمین پر پڑتا تھا تو ایک یادگار علم و تمدن بن جاتا تھا۔ لیکن وہ ہر سفر جہاد سے

اور نہ پانچویں صدی مسیحی سے لے کر (جبکہ اس نے تخت حکومت اور
تلوار بے نیام کے ساتھ اپنی نمائش کی) پندرھویں صدی مسیحی تک (جبکہ
اسپین میں مجلس تعذیب روحانی کام کر رہی تھی) وہ سمجھا جاسکتا ہے۔
البتہ ڈریپر کی رہنمائی میں ہم نے قرطبہ اور غرناطہ کی وہ عمارتیں دیکھی ہیں
جہاں پہلے تمدن کی رونق، علم کی مجلسیں اور عمران و تہذیب کی آبادیاں
تھیں۔ مگر اس کے بعد وحشت و بہیمیت کا ایسا سناٹا چھایا جسے بیسویں
صدی کی عالمگیر چہل پہل بھی اب تک دور نہ کر سکی اور جس کے
کھنڈرات آج بھی تماشہ گاہِ عالم ہیں۔

لیکن دنیا کی ان تمام بڑی سے بڑی قوموں کے بعد ہمارے سامنے
صرف ایک قوم ایسی آتی ہے جس نے اپنے ظہور کے پہلے ہی دن اپنا مقصد
بتلا دیا تھا اور جو محض قوتوں کا ایک ہجوم، طاقتوں کا ایک اجتماع اور
قہر و استیلاء و بہیمی کا ایک انقلابی سیلاب نہ تھا جو آیا اور بہا کر چلا
گیا۔ بلکہ طے شدہ کاموں کا ایک کھلا اور اعلان کردہ پروگرام تھا
جسے اپنے ہاتھوں میں لے کر وہ دنیا کی اجڑی ہوئی آبادیوں اور
برباد کردہ علم و تمدن کی یادگاروں کے سامنے نمودار ہوئی۔

الذین ان مکنا ھم فی الارض	یہ وہ قوم ہے کہ اگر دنیا میں ہم نے ان کو
اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامر	طاقتور بنا دیا تو ان کا کام نظام نماز قائم کرنا
وا بالمعروف ونھوا عن المنکر و	اور نظام زکوٰۃ نافذ کرنا اور سچائی کا حکم کرنا
اللہ عاقبۃ الامور	اور برائی سے روکنا ہوگا۔ سب کام اللہ کے
	قبضے میں ہیں۔

یادگاروں کو جمع کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گا کہ مسلمانوں کے غزوات کی سب سے پہلی یادگار عبادتِ الٰہی ہے۔ عباداتِ اسلامی کے چار ارکان ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ ان میں سے کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس کے لئے غزواتِ اسلامیہ کی یادگاریں سامنے نہ آجاتی ہوں۔ [illegible] سے پہلے نماز ہے۔ اسی سے شروع کیجئے اور غور و تدبر سے دیکھتے جایئے۔

یہ عبادتِ الٰہیہ روحانیت کا سرچشمہ ہے۔ ہدایتِ قلبی کا منبع نیکی کا مرکز۔ برکاتِ الٰہیہ کا محیط اور انسان کو تمام بہیمی قوتوں اور نفسانی جوشوں سے بچانے والی ہے۔ حرص و آز سے محفوظ قلعہ ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر [illegible] یعنی نمازِ الٰہی انسان کو تمام برائیوں اور بے حیائیوں سے روک دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ خدا کے تعلق کا مقصود قائم رہتا ہے، جو قلب انسانی کو مقناطیس کی طرح خالق و مالکِ حقیقی کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پس وہ ایک قلعہ ہے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گھسنے نہیں دیتا۔ لیکن اس قلعہ کے ستونوں کو اس قوم کے سفر جہاد و غزوات ہی نے قائم کیا ہے۔

کان النبی وجیوشہ اذا علوا الثنایا کبروا و اذا ھبطوا سبحوا فوضعت الصلوٰۃ علیٰ ذالک (ابوداؤد)

یعنی آنحضرتؐ اور مجاہدین جب پہاڑوں پر چڑھتے تھے تو تکبیر کا غلغلہ بلند کرتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح سنج رہتے تھے پھر نماز بھی اسی [illegible] پر قائم ہوئی۔

اپنے ساتھ صرف روحانی یادگاریں ہی لے کر واپس ہوئی ۔ اس کی مادی و علمی یادگاروں پر بہت کچھ لکھا گیا ہے ۔ مگر اس موضوع پر اب تک کسی نے توجہ نہ کی ۔ ہم یہاں انہی روحانی یادگاروں کے چند منظر دکھلاتے ہیں ۔ جن تک رسائی حاصل کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔
دنیا کی موجودہ اور گزشتہ جنگوں کے ... ائج تمہارے سامنے ہیں۔
قتل و آتش زدگی ۔ سلب و نہب ۔ یہ بادیٔ علم و ہلاکت ۔ عمران و تمدن تباہی و ویرانی ۔ تخریب و فلاکت کے سوا تمہیں اور کچھ نظر نہیں آتا ۔ اب قوم کی جنگوں کی یادگاروں کی جستجو میں نکلیں ۔ جس نے اپنا مقصد ظہور قیام صلوٰۃ الہٰی ، ادائے زکوٰۃ خداوندی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نبلایا ۔ اور اس کے دشمنوں نے اول روز ہی سے اسے مسلح ہو جانے پر مجبور کر دیا ۔ ہم ڈھونڈیں گے ۔ کہ جنگ کے میدانوں میں وہ ا... نے مقصد کی حفاظت کر سکی یا نہیں ۔ اور جب خون اور مٹی کے کیچڑ پر گزری تو جنگ کی کیا کیا یادگاریں اپنے پیچھے چھوڑ گئی ۔ آئندہ سطور میں یہی کچھ پیش کیا جائے گا ۔

آثارِ جہاد و مجاہدین

اب ہم اپنا سفرِ جستجو شروع کرتے ہیں ۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ سفرِ جستجو میں متعدد منزلیں پیش آئیں گی ۔ ... سے پہلے ہم روحانی

کفروا لوتغفلون عن اسلحتکم
وامتعتکم فیمیلون علیکم
میلۃ واحدۃ (الآیۃ)

تمہارے ساتھ پڑھیں کیونکہ وہ موقع
کی تلاش میں ہیں کہ موقع ملے تو دفعتہً
تجھ پر ٹوٹ پڑیں۔

مجاہدین اسلام نے اپنی اس یادگار کے ذریعہ دنیا کو دکھا دیا کہ خدا کی صداقت کی محافظ قوم دشمن کے مقابلے میں اپنی روحانی یادگاروں کو کیونکر قائم رکھ سکتی ہے جبکہ میدان جنگ میں تمام قومیں فرصت کے لمحوں کو گاتے اور کھانے پینے میں خرچ کرتی ہیں۔ تو مسلمان تلواروں کے سائے نیچے اپنی مہلت کی گھڑیاں صرف اللہ کی عبادت و بندگی اور رضا جوئی اور خوشنودی میں صرف کیا کرتے تھے اور یہی ان کی مایہ ناز شان ہے جو ان کو دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔

غرضیکہ صلوٰۃ الخوف بھی اسلامی غزوات کی ایک یادگار ہے۔

اسلام میں دو رکعت کی ایک اور نماز بھی بطور یادگار کے قائم رکھی گئی ہے۔ جو ایک مظلوم مجاہد کے جوش مذہبی کی یادگار ہے۔

اسلام صبر تقویٰ۔ طہارت اور خشوع و خضوع کا ایک قلعہ تھا۔ جس کو میدان جنگ میں کھڑا کیا گیا تھا۔ انّ اللہ یحب الّذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانّھم بنیان مرصوص۔ یعنی خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں استقلال کے ساتھ صف بستہ لڑتے ہیں گویا ایک دیوار ہیں جو اتنی مضبوط ہو کہ کوئی طاقت اس کو ہلا نہ سکے اور ایسی ہو کہ گویا اس کے اندر سیسہ پگھلا کر بھر

یعنی آنحضرتؐ صلعم اور آپ کے ساتھ صحابہ کی یہ عادت ہوئی تھی کہ سفر جہاد میں جب کسی پہاڑی پر چڑھتے تھے تو اس کی بلندی کی مناسبت سے خدائی کبریائی و بڑائی اور عظمت و بلندی کے اظہار کے لئے تکبیریں بلند کرتے تھے۔ لیکن جب کسی پہاڑی سے نیچے اُترتے تو اسکی پستی کو دیکھ کر خدائے قدوس کی تنزیہہ و تقدیس کا اظہار کرتے کہ وہ پستی اور نقائص سے پاک ہے اور اس کے اظہار کے لئے تسبیح پڑھتے تھے۔ تو خدا نے نماز کے اندر قیام رکوع و سجود تعوذ تکبیر تسبیح کو اسی قالب میں ڈھال دیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ نماز کے ارکان لڑائی ہی کی بدولت وجود میں آئے۔ اس لئے نماز مسلمانوں کی لڑائیوں کی ایک پہلی یادگار ہے۔ تمام نمازوں میں صلوٰۃ الخوف جہاد کے ساتھ مخصوص ہے جس کے احکام دوسری نمازوں سے مختلف ہیں۔

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلٰوۃ فلتقم طائفۃ منھم معك ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معك ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم والذین

جب تم مجاہدین کی جماعت میں نماز پڑھنا چاہو تو پہلے ایک گروہ تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لے کر شریک نماز ہو جائے۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں تاکہ حفاظت کرتے رہیں اور دوسرا گروہ آئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی اور چاہیئے کہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ مسلح ہو کر

بنا کر بیچ دیا۔ قبیلہ بنو حارث ابن عامر نے خبیبؓ کو خرید لیا۔ اور چونکہ یہ وہی خبیبؓ تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیئے ان لوگوں نے اس خون کا انتقام لینا چاہا اور ان کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیئے لے گئے۔ کیونکہ دارالامن میں قتل ناجائز تھا۔ لیکن خبیبؓ کے عزم و استقلال نے شہادت کے وقت ایک روحانی یادگار قائم کر دی۔ انہوں نے دشمنوں سے دو رکعت نماز کی اجازت چاہی۔ کفار نے اجازت دے دی۔ انھوں نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی اور کہا اگر تم لوگ اس کو جزع و فزع کے ایئے ۔ ولعل پر محمول نہ کرتے اور یہ بدگمانی نہ ہوتی کہ میں موت کے وقت میں تاخیر ڈالنے کے لیئے بہانہ کرتا ہوں تو میں نماز کو اور طول دیتا اور بہت دیر تک اپنے خداوند کے حضور میں رہتا۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے اور ایک عجیب ہی وجد و کیفیت کے حال میں پڑھے

(اشعار)

فلست ابالی حین اقتل مسلماً علی ای شق کان اللہ مصرعی

جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو پر جان دوں گا۔

وذالک فی ذات الالہ وان یشا یبارک علی اوصال شلو ممزع

میرا قتل خدا کی راہ میں ہے اور اگر وہ چاہے تو کاٹے ہوئے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے۔

دیا گیا ہو۔ اس لئے اسلام نے سخت مصائب کی حالت میں بھی عزم و استقلال کی زندہ امثال چھوڑی ہیں۔

اس نے فساد کی لڑائیوں کو روکنے کے لئے عدالت کی جتنی لڑائیاں لڑیں ان کی یادگاروں میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کے دس دستے روانہ کئے اور عاصم بن ثابت انصاری کو امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ لوگ مقام ہراۃ میں پہنچے تو قبیلہ بنو لحیان کو ان کا پتہ لگ گیا اور انہوں نے دو سو قدر انداز کے پیچھے روانہ کئے۔ جب عاصم نے دشمن کے مسلح گروہ کو دیکھا تو پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دشمن نے ہر طرف سے گھیر لیا اور امان دے کر پہاڑ سے اُترنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن عاصم نے کہا۔ میں کسی کافر کی امان سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا۔ اس پر ان لوگوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی اور وہ سات آدمیوں سمیت شہید ہو گئے۔ مگر فوج کے تین دستے عہد و پیمان لے کر اُتر آئے۔ ان میں خبیب انصاری اور ابن دثنہ بھی تھے۔ کافروں نے کمانوں کی زہ اتار لی اور اس سے ان لوگوں کو باندھ لیا۔ ان کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی تھا۔ اس نے کہا یہ پہلی عہد شکنی ہے جس سے مجھے قتل و خون کی بو آتی ہے۔ میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ ان لوگوں نے جبرًا ساتھ لے جانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ وہ خبیب اور ابن دثنہ کو ساتھ لے گئے اور مکہ میں غلام

آیاتِ قصر میں صاف طور پر جہاد کے مواقع کا ذکر او پر گزر چکا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حکم قصر در اصل جہاد کے لئے ہوا تھا۔

عباداتِ اسلامیہ میں حج متعدد یادگاروں کا مجموعہ ہے۔ جس گھر میں ادا کیا جاتا ہے۔ خدا کے دو برگزیدہ بندوں کے ہاتھ کی قائم کی ہوئی یادگار ہے۔ و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ط ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ط یعنی ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ جب خانہ کعبہ کی دیواریں چن رہے تھے، تو اس وقت یہ دعا اُن کی زبانوں پر تھی۔ کہ خدایا ہمارے اس عمل کو قبول کرلے اس لئے کہ تو ہی ہماری پکار سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔ بلکہ دنیا کی مذہبی یادگاروں میں سب سے قدیم یادگار وہی ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعلمین ط سب سے پہلا گھر جو انسان کی پرستش گاہ بنایا گیا وہی گھر ہے جو مکہ میں تمام دنیا کی برکت و ہدایت کے لئے تعمیر کیا گیا۔ ان بندوں نے خدا کی وحدانیت کی ایک زندہ رہنے والی یادگار قائم کی تھی۔ خدا نے بھی اسی میں ان کی یادگار قائم کردی۔ فیہ آیاتٌ بیّنٰتٌ مقام ابراھیم ط اس گھر میں مقام ابراہیمؑ ایک نمایاں مقدس یادگار ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ کی سراسیمگی کا منظر تازہ کرتی ہے۔ جب وہ پانی کی جستجو اور

کفار نے ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ باندھ کر قتل کر دیا اور انہوں نے ان دو رکعتوں کو ہر اس شخص کے لئے بطور ایک زندہ جاوید صبر و ثبات کے یادگار چھوڑا جو ایسے ظالمانہ طریقہ سے قتل کیا جائے۔

عبادات اسلامیہ کی آسانیوں میں تیمم خدا کی دی ہوئی ایک یادگار آسانی ہے۔ اس کے برکات کا ظہور زیادہ تر سفر ہی میں ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کا سفر اکثر جہاد ہی کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اس لئے سفر ہی میں مسلمانوں کو یہ عطیہ الٰہی بھی دیا گیا۔ چنانچہ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ سوء اتفاق سے راستہ میں اُن کا ہار گم ہو گیا۔ آنحضرتؐ تمام صحابہؓ کے ساتھ اس کے ڈھونڈنے کے لئے ٹھہر گئے۔ لیکن منزل پر دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ صحابہؓ نے حضرت صدیقؓ سے کی شکایت کی۔ اُنہوں نے حضرت عائشہؓ پر ناراضگی ظاہر کی۔ کہ تمہاری ہی بدولت خدا نے تمام قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ چنانچہ اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی اور تمام صحابہؓ نے مسرت کے لہجے میں پکار اُٹھے ما ھی باول برکتکم یال ابی بکر کہ اے آل ابوبکرؓ یہ کچھ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ اس بنا پر تیمم بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے۔

حالت سفر میں قصر صلوٰۃ اور رمضان میں افطار صوم کی اجازت بھی جہاد ہی کی راہ میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے دی گئی۔ قرآن کی

دکھلائے جا سکتے تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے صحابہ کو تندرستوں کی طرح اکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ روح کی ایمانی قوت کو جسم کے ذریعہ سے بھی نمایاں کریں۔ یہ یادگار اب تک قائم ہے اور اس کو فقہ کی اصطلاح میں رَمَلْ کہا جاتا ہے جس کے معنی اکڑنے کے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو موقوف کر دینا چاہا تھا۔ کیونکہ بظاہر یہ ایک وقتی حکم تھا۔ لیکن پھر رُک گئے۔ کیونکہ اُن کی نظر دقیقہ سنج نے محسوس کیا کہ یہ یادگار مسلمانوں کے لئے ہمیشہ درس شجاعت و تحریک عزائم کا وسیلہ ہے اور ہر سال یاد دلاتی ہے کہ ان کے اسلاف کرام نے ضعف جسمانی کی حالت میں بھی کس طرح اپنی صولت اسلامی کو قائم رکھا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا واقعہ افک بھی جو ایک سفر جہاد میں پیش آیا تھا۔ اسی سلسلے کی روحانی یادگار ہے۔ یہ یادگار اگرچہ ابتدا میں نہایت درد انگیز معلوم ہوتی۔ لیکن درحقیقت خدا کی رحمت کا بہت بڑا خزانہ اس کے اندر مستور تھا۔ قرآن مجید میں عورتوں کے تمدنی حقوق کی حفاظت کے لئے ایک خاص سورۃ نساء نازل ہوئی۔ جس کو عورتوں کی مخصوص یادگار کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کی وضع۔ لباس۔ طرز معاشرت۔ حقوق منزل وغیرہ کی عام اصلاح کے متعلق اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس واقعہ کے بعد ہی سورۂ نور اتری جو زیادہ تر انہی احکام سے مملو ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں انسان کا یہ شریف تر اور نازک حصہ انتہا درجہ کی بے کسی و ذلت میں ڈال دیا گیا تھا۔ تمدن اور مذہب

بچے کی محبت، میں پریشان حال تھیں۔ چاہ زمزم قدرت الٰہی کی اس کرشمہ سازی کو یاد دلاتا ہے جس نے وادیٔ غیر ذی زرع میں خدا کی رحمت کے دبے ہوئے چشمے کا منہ کھول دیا تھا۔

قربانی حقیقت اسلامیہ کی اس جاں فروشی اور فدویت کے سِرِّ روحانی کو محسوس و متمثل کر دکھاتی ہے۔ جس نے حضرت خلیل و ذبیح کے اندر سے ظہور کیا۔ رمی جماد۔ اس بہیمی و ابلیسی قوتوں سے دنیا کی یادگار ہے جو اس پاک مقصد کی تکمیل میں سدِّ راہ ہو رہے تھے۔ لیکن غزوات اسلامیہ نے ان یادگاروں میں ایک اور یادگار کا اضافہ بھی کر دیا۔ فتح مکہ سے ایک سال پہلے آنحضرتؐ نے قریش مکہ سے صلح کر لی تھی۔ جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس صلح کے بعد آنحضرتؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لائے تو صحابہ کو مدینہ کی آب و ہوا نے چور چور کر دیا تھا اور بخار کے عام ابتلا نے ان کی طاقت رفتار کمزور کر دی تھی۔ اس ضعف کا اثر طواف کی حالت میں بھی صاف نمایاں ہوتا تھا اور مکہ والے دیکھتے تھے۔ اس پر کفار جو اسلام کی فوجی طاقت کا ہر موقع پر امتحان لیتے رہتے تھے طنز آمیز لہجہ میں کہا:۔ او ھنتم حمی ایثرب ۔۔۔ مدینہ کے بخار نے اُن کو چور چور کر کے کمزور و ناتواں کر دیا۔ اگرچہ ابھی تک عملاً ان کو یہ یقین نہیں دلایا جاسکتا تھا کہ یہی ناتوان ہستیاں، یہی ضعیف بندے ایک دن ان کی قوت کے سر پر غرور کو کچل دیں گے۔ تاہم آثار و علامات

عجائب خانوں میں سلاطین قدیم اور جانباز بہادروں کے آلاتِ جنگ محفوظ رکھے ہیں۔ ان کی یادگار میں مجلسیں منعقد ہوتی ہیں اور شادی وغم کی قومی وملکی تقریبیں قائم کی جاتی ہیں۔ اسلام نے اگرچہ اس قسم کا کوئی عجائب خانہ نہیں بنایا۔ تاہم اس کی یادگاریں محفوظ ہیں۔ اس کی لڑائیوں کی یادگار لوہے کی تلوار نہ تھی جو عجائب خانہ میں رکھ دی جاتی۔ بلکہ روح و دل کے تغیرات و انقلابات تھے۔ جن کے لئے تمام عالم انسانیہ یکسر عجائب خانہ ہے۔ مکہ اور مدینہ میں عجائب خانہ کے لئے ایک چھوٹی سی عمارت بنادی جاتی تو اس سے کیا فائدہ ہوتا۔ جبکہ تمام دنیا کی سطح ارض اس کے لئے دارالآثار بن گئی ہے۔ بدر و حنین کی ڈھالیں اور تلواریں، نیزے اور کمانیں یورپ کی طرح ہم نے سجا کر نہیں رکھے۔ کیونکہ بدر کے کنارے نیزوں کے ساتھ جو ہاتھ اللہ کی عبادت کے لئے اُٹھے تھے وہ اب تک چالیس کروڑ انسانوں کے اندر سے ہر روز دن میں پانچ بار اُٹھ کر بدر کی یاد کو مٹنے نہیں دیتے۔ اور اس محسوس وحی وقائم یادگار نے ہمیں معدنی اور سنگی یادگاروں سے مستغنی کر دیا ہے۔ ۱۲

دونوں نے اس کے ساتھ بے رحمی کی تھی۔ اسلام نے سب سے پہلی مرتبہ عورتوں کے حقوق کا اعلان کیا اور ان کے معاشرتی درجہ کو خاندان میں سب سے زیادہ نمایاں جگہ دی۔ لیکن اس انقلاب کا بڑا حصّہ سورۂ نور کے نزول سے وجود میں آیا ہے اور سورۂ نور ایک سفر جہاد کو یاد دلاتی ہے۔ پس عورتوں کے حقوق کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی اصلاح بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے۔

حد قذف اور حد زنا کے متعلق بھی اب تک کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد ہی ان حدود کی تعیین کے لئے آیتیں نازل ہوئیں۔

حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ کی فضیلت... اگرچہ عام طور پر مسلم تھی۔ لیکن قرآن مجید کی برأت نے اس کو اور بھی قطعی کر دیا۔ پس یہ واقعہ ان احکام کی روحانی یادگاروں کا ایک مجموعہ ہے جن کو حدود اللہ کے جامع و مختصر لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ ازواج مطہرہ کے فضائل مخصوصہ کا ایک باب ہے، جس کو کفار نے کھول دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اس کو مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ لا تحسبوہ شراً لکم بل ھو خیر لکم ط کہ اس واقعہ کو بُرا نہ سمجھو وہ تو تمہارے لئے موجب خیرات و برکات ہوا۔

دنیا کی دوسری قوموں نے اپنے نمایاں کارناموں کی مادی یادگاریں قائم کی ہیں۔ خاص خاص لڑائیوں کو مختلف محسوس طریقوں سے نمایاں کیا ہے

مولانا آزاد کی اہم تصانیف

نگارشاتِ آزاد	۲۵	قرآن کا قانون	
توحید و شہادت	۱۰	عروج و زوال	۱۰
طریقۂ حج	۷.۵۰	مولانا آزاد کی	
صدائے حق	۷.۵۰	تقریریں	۲۵
جامع الشواہد	۱۰	اسلام کا نظریۂ جنگ	۱۵
ولادتِ نبوی	۹	انسانیت موت کے	
شہادتِ حسینؓ	۷.۵۰	دروازے پر	۲۲
حضرت یوسفؑ	۷.۵۰	مسلمان عورت	۲۰
قولِ فیصل	۱۰	ام الکتاب	۴۰
عزیمت و دعوت	۱۰	انتخاب الہلال	۳۵
حقیقت الصلوٰۃ	۸	مسئلۂ خلافت	۲۵
حقیقت الزکوٰۃ	۵	تبرکاتِ آزاد	۳۰
طنزیاتِ آزاد	۱۵	اصحابِ کہف	۸

سُنن ابن ماجہ شریف

عربی اُردو

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ الربعی القزوینی رحمہ اللہ تعالیٰ
(المتوفی ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ)
ترجمہ مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری ہدیہ کامل مجلد دو جلدیں - ۱۵۰

مشکوٰۃ شریف

(عربی اُردو)

مرتبہ: امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۷۴۲ھ)
ترجمہ: فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری۔
گولڈن مجلد کامل ۳ جلدوں میں ہدیہ - ۱۹۵ روپے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت پر ایک مستند اور لازوال اولین تصنیف

سیرت النبی کامل

مرتبہ: ابن ہشام - ترجمہ وتہذیب مولانا عبدالجلیل صدیقی - غلام رسول مہر
ہدیہ کامل مجلد دو جلدوں میں -/۱۶۰ روپے

عتقاد پبلشنگ ہاؤس کی مذہبی و دبی کتابیں

تفسیر ابن کثیر مترجم ۵ جلد مرتبہ مولانا عبدالرشید نعمانی -/۲۹۰
صحیح بخاری شریف عربی اردو ۳ جلد مترجم مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری -/۳۰۰
ترمذی شریف مترجم ، ۲ ، تالیف علامہ مولانا بدیع الزماں -/۱۸۵
سنن نسائی شریف مترجم ، ۳ ، ترجمہ حضرت علامہ وحید الزماں -/۲۶۵
سنن ابوداؤد شریف مترجم ، ۳ ، ، ، -/۲۴۵
صحیح مسلم شریف مترجم ، ۳ ، ، ، -/۳۰۰
سنن ابن ماجہ شریف مترجم ، ۳ ، ترجمہ مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری -/۱۵۰
مجموعۃ الصحاح الستہ مترجم ، ۳ ، مترجم مولانا ابوالحسن محمد محی الدین خاں -/۳۰۰
مشکوٰۃ شریف مترجم ، ۳ ، ترجمہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری -/۱۹۵
سیرت النبی کامل ، ۲ ، مرتبہ ابن ہشام ترجمہ عبدالجلیل صدیقی -/۱۶۰
رحمۃ للعالمین ۳ حصے ۱ ، مصنفہ قاضی سلیمان سلمان منصورپوری -/۸۰
سیرت سید الانبیاء (الوفا) ترجمہ محمد اشرف سیالوی -/۸۰
عوارف المعارف سید شہاب الدین ترجمہ شمس صدیقی بریلوی -/۹۰
رسول رحمت مولانا ابوالکلام آزاد ترتیب غلام رسول مہر -/۹۵
مسند امام اعظمؒ مترجم اردو مترجم مولانا دوست محمد شاکر -/۴۵
مؤطا امام محمدؒ ترجمہ الحاج الحافظ نذیر احمد -/۷۵
مؤطا امام مالکؒ مترجم اردو ترجمہ حضرت علامہ وحید الزماں -/۷۵
ریاض الصالحین ، ۲ جلد ترجمہ حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحیی -/۱۱۰
تاریخ الخلفاء - علامہ جلال الدین سیوطی مترجم مولانا حکیم شبیر احمد -/۵۵
فصوص الحکم مترجم مولانا محمد عبدالباقی -/۴۵
معرکہ کربلا مولانا محمد صادق سردھنوی -/۲۸
حیات امام ابوحنیفہ شیخ محمد ابوزہرہ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری -/۶۵
مقدمہ ابن خلدون مکمل ۲ جلد مولانا راغب رحمانی -/۱۱۰
فیوض یزدانی مترجم مولانا عاشق الٰہی صدیقی -/۷۵
غنیۃ الطالبین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ترجمہ ارمان سرحدی -/۵۵
غنیۃ الطالبین ، ، ، ترجمہ شمس بریلوی -/۶۰

ایک اہم کتاب
تحفہ اثنائے عشریہ
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح
مجلد خوبصورت جلد
ہدیہ - ۹۵

تیسیر الباری
مع شرح بخاری
علامہ وحید الزماں
کامل ۹ جلدوں میں -/۶۵۰

زبور عجم مع شرح علامہ اقبال ، شرح یوسف سلیم چشتی -/۹۰
پیام مشرق اقبال حصہ [illegible]
اسرار خودی ، ، -/۶۵
رموز بیخودی ، ، -/۴۰
بانگ درا ، ، -/۳۵
بال جبریل ، ، -/۳۵
شرح ضرب کلیم ، ، -/۲۵
ارمغان حجاز ، ، -/۱۵
کلیات اقبال ، -/۳۰
فرہنگ عامرہ عبداللہ خویشگی -/۳۵
حصن حصین مترجم محمد ادریس -/۱۵